رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ

اشاعتِ اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ انگلستان

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی مبلغ اسلام

یہ کارِ ثواب ہے کہ آپ اِن رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مسلم مشن کے ایک تہائی اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے

جلد (۷)	بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۱ء	نمبر (۳)

فہرست مضامین

	صفحہ		
۱- تصویرِ افکار - جذبۂ محبت	۹۷	۶- فارقلیط یا محمد (صلعم)	۱۰۵
۲- شذرات	۹۸	۷- اسلام اور اہلِ مغرب	۱۲۰
۳- لاگوس میں مسلمان	"	۸- ملفوظات حضرت خواجہ صاحب ..	۱۲۶
۴- شراب اور مذہب	۱۰۲	۹- ثمراتِ اسلام	۱۳۷
۵- اسلام میں رواداری	۱۰۳	۱۰- نصب العین مشرق و مغرب	۱۴۱

۱۱- رسید زر ۱۴۴

ضروری اعلان

تمام ترسیل زر متعلقہ رسالہ ہذا و اسلامک ریویو و وکنگ مشن بنام فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور اور باقی کُل خط و کتابت بنام مینجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور ہونی چاہئیے۔

مینجر رسالہ اشاعت اسلام

زکوٰۃ و صدقات کا بہترین مصرف

ازروئے تعلیم قرآن اشاعت اسلام بھی مصرف زکوٰۃ ہے۔ اگر آپ صرف زکوٰۃ کو ان رسالوں کی مفت تقسیم یا اس اسلامی مشن کی دیگر ضروریات پر خرچ کریں۔ تو آپ اپنے فرض سے سُبکدوش ہو نگے مینجر

اسلام کی سخت احتیاج

اس وقت یہ ہے کہ اسکی اصل تعلیم کو بلاد غیر کے کونوں میں پہنچایا جائے۔ اور اُس کے چہرے پر سے ان بدنُما داغوں کو دُور کیا جائے جو یاریوں کی افترا کا نتیجہ ہیں مسلمانو اس کام میں ہماری مدد کرو۔ مینجر

اطلاع عام

۱۔ رسالہ اشاعت اسلام کا سالانہ چندہ سے مع محصولڈاک ہے

۲۔ تمام درخواستہائے خریداری بنام مینجر اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور آنی چاہئیں +

۳۔ تمام ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور ہونی چاہئے +

۴۔ رسالہ ہر انگریزی کلینڈر (ماہ) کی یکم تاریخ کو لاہور سے شائع ہوتا ہے +

۵۔ اشاعت اسلام ماہواری رسالہ ہے +

مینجر رسالہ اشاعت اسلام لاہور

بنارسی تحفے

ہر قسم کے بنارسی کپڑے یعنے دوپٹے ساڑیاں عمامے تھان کاسی۔ سلک۔ موزے سلک۔ مخمل۔ کمخواب۔ گوٹے۔ لچکے۔ پگڑی بنارسی پائیدار۔ زیب عینکی چوڑیاں چوبی پیتل کے کھلونے وغیرہ وغیرہ بکفایت حسب ذیل پتہ سے فوراً بذریعہ وی۔ پی یا نقد قیمت مل سکتے ہیں۔ ایکبار منگا کر آزمائیے۔ اور دوبارہ فرمائش کیجئے۔ آرڈر دیتے وقت مہربانی کر کے اخبار کا حوالہ دیں +

احباب اینڈ کو بنارس چھاونی

Mr. Abdul Kareem Lofts.

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمۂ اردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ ووکنگ (انگلستان)

جلد (۷) — بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۱ء — نمبر (۳)

تصویر افکار

جذبۂ توحید

کسی سے دل کو لگا چکے ہیں جزا محبت کی پا چکے ہیں — دوئی کو دل سے اُٹھا چکے ہیں ہم اپنی ہستی مٹا چکے ہیں
کہاں کی عزت کہاں کی ذلت کہاں کی پستی کہاں کی رفعت — کسی کے در کے ہم ہو چکے ہیں یہ دل سے ہاتھ بھلا چکے ہیں
نہ بیم و اُمید کے تقاضے نہ رنج و راحت کا لینا دینا — جو دولت دل کو دیکھے ہیں وہ سارے قرضے چکا چکے ہیں
جو ہم سے جاتے ہیں ننگ و ناموس آشنا مال و جاہ جائیں — قدم جو اُٹھنا تھا اُٹھ چکا ہے ہم اُس کے کوچے سے آچکے ہیں
نہ درد کے چارہ ساز گر ہوں تو بن کے ناصح نہ یار آئیں — کہ ہر قدم پر عصائے راہ خارِ رہ کو ہی بنا چکے ہیں
مقامِ رفعت انہیں مبارک جو خواہشِ جاہ کے ہوں قیدی — فقیر لو فرشِ خاکساری پہ اپنا بستر جما چکے ہیں
ہوئے خوشی سے جو ہاتھ خالی خزانے کی آکے دست ہی بھی — کسی کی دولت وہ کیا کریں گے جو اپنی دولت لٹا چکے ہیں
یہ کس نے توڑی ہی اُمید آخر میں اپنے سُبحہ قرباں کہ کفر ٹوٹا — نقوشِ امید غیر جو کچھ بھی دل پہ تھے سب مٹا چکے ہیں

نہیں وہ آتے نہ آئیں تو کیا نہ کوئی حسرت نہ آرزو ہے
جو کچھ بھی دل میں رہا تھا باقی وہ خون کرکے بہا چکے ہیں

۳۰ جنوری سنہ مقام جہاز
میجور ٹرب (ملک جاوا بہ سنگاپور)

خواجہ کمال الدین

شذرات

اِس ماہ کے رسالہ کے ساتھ جناب عبدالکریم لافٹس صاحب کی تصویر شائع کیجاتی ہے جنکے مشرف بہ اسلام ہونیکی خبر گذشتہ جولائی ۱۹۲۰ء کے رسالہ اشاعت اسلام میں درج کیجاچکی ہے۔ ممدوح انگلستان میں ایک بڑی سوسائٹی کے صدر انجمن ہیں۔ اور بوجہ اپنے تبحر علمی و ذاتی وقار کے ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ اور اسلام جیسے نعمت عظمیٰ سے مالامال ہوکر ان کے اندر ایک تبلیغی جنون پیدا ہوگیا ہے ۔

حضرت خواجہ صاحب جاوا سے سنگاپور پہنچگئے ہیں۔ آپ کی جدید تصنیف "انجیل عمل" آجکل زیر کتابت ہے۔ امید ہے۔ کہ مارچ سنہ ۱۹۲۱ء کے اخیر تک انشاء اللہ شائع ہو جائیگی۔ اسکے علاوہ دوران سفر میں ایک اور کتاب آپ نے تصنیف فرمائی ہے جس کا موضوع "توحید فی الاسلام" ہے۔ خلاصہ توحید جس نے رسالہ ہذا کے پہلے صفحہ کو مزین کیا ہے۔ اسی کتاب "توحید فی الاسلام" سے لیا گیا ہے۔

لاگوس (مغربی افریقہ) میں مسلمان

ہمنے اکثر ان ہی صفحات میں بیان کیا ہے۔ کہ اسلام ایک فطرتی مذہب ہے۔ اور اسکے مسائل فطرت انسانی کو اپیل کرتے ہیں۔ اور افریقہ میں اسلام کی اشاعت نے سب سے بڑھ کر اس حقیقت نفس الامری پر صاد کیا ہے۔ جہاں کہ عیسائی مشنریوں کی سرگرم تبلیغی جدوجہد کے باوجود دین فطرت نہایت عجلت کے ساتھ ترقی کر رہا ہے۔ یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ افریقہ میں اسلام کی ترقی کی وجہ یہ نہیں ہے کہ مسلمانوں نے بھی عیسائیوں کے مقابل کوئی مذہبی جدوجہد شروع کر رکھی ہے۔ ہم نے ذیل کے واقعات ایک افریقہ کے صحیفہ سے اخذ کئے ہیں۔ اور امید کامل ہے۔ کہ ان سطور کے پڑھنے سے ہمارے ناظرین کو معلوم ہو جاویگا۔ کہ اس ملک میں اسلام

کی ترقی کیلئے کسقدر وسیع میدان ہے - اور کس قدر وہ خوش آیند ہے - یہ ایک بدیہی امر ہے کہ لاگوس میں اسلام عیسائیت سے پہلے رُونما ہوُا - اور اسکے اعادہ کرنے کی یہاں چنداں ضرورت بھی نہیں اور وہ تعداد و شمار کے لحاظ سے لاگوس کی نصف آبادی مسلمان ہے جسمیں تمام فرقے و جماعتیں تونگر و مفلس شامل ہیں - یہ امر بھی موجب دلچسپی ہے - کہ عیسائی مشنریوں کی زبردست تبلیغی جدوجہد کے بالمقابل اس قدر لوگ عیسائی نہیں ہوئے جسقدر کہ مسلمان ہوئے ہیں - اور ہر سال کفر و شرک کی تعداد میں کمی واقع ہو رہی ہے - اور مسلمانوں کی تعداد و حلقہ دن بدن وسیع ہو رہا ہے نصرانی معلمان کی زبان سے اکثر یہ یاس آمیز فقرہ سُنا گیا ہے - کہ اسلام عیسائیت کی نسبت نہایت سُرعت کے ساتھ لاگوس میں قدم جما رہا ہے لیکن اس عقدہ کو حل کرنا اور اسکے عمق تک پہنچنا ایک آسان امر ہے - اور جسکی حقیقت یہ ہے کہ عیسائیت تو ایکہزار ایک فرقوں و عقائد کے اندر جکڑی ہوئی ہے - اور جسمیں ہر ایک فرقہ دوسرے کے ساتھ دست و گریبان ہو رہا ہے - لیکن اسلام سیدھا سادا اور معقول مذہب ہے جسمیں توحید الٰہی اور حضرت نبی کریم صلعم کے ربانی مشن کی تبلیغ و تلقین ہے - یہ امر بھی ناظرین تک پہنچا دینا ضروری ہے - کہ اگرچہ لاگوس میں مسلمانوں کی تعداد عیسائیوں سے زیادہ ہے لیکن انہیں مشرق پُرانے طریقوں کے ساتھ بہت دلبستگی ہے - اور بچونکو مغربی تعلیم دلانے کیلئے اسکول بہت کم بھیجتے ہیں - یہانتک کہ جب ڈاکٹر بلائیڈن متوفی نے لاگوس کا معائنہ کیا - اس وقت تک بھی بہت کم مسلمان اپنے بچوں کیلئے مغربی تعلیم پسند کرتے تھے لیکن اب اس نقصان کو انہوں نے محسوس کر لیا ہے - کیونکہ لاگوس کے موجودہ مناصب میں ڈاکٹر - وکلا - سرو بیئر سب عیسائی ہیں - اور ہمیں امید ہے کہ اب مسلمانان لاگوس ہزاروں کی تعداد میں اپنے بچوں کو سکول بھیج رہے ہیں - اور بہت جلدی ہی اس حالت کی اصلاح ہو جائیگی - مسلمانان لاگوس میں مغربی تعلیم کے چرچے نے ان میں ایک بیداری پیدا کردی ہے جس سے انہیں سوچ بچار کا مادہ پیدا ہو گیا ہے - اور اسلئے شتیا سٹریٹ کی جامع مسجد جو کہ ۱۵ ہزار پونڈ سے زیادہ لاگت کی ہے اور جسمیں ہزارہا مخلوق آسانی سے سما سکتی ہے ! اور جس کا سنگ مرمر کا منبر - خوشنما دیواریں اور بڑا بھاری گنبد ہے اور کہ جو

فن تعمیر عمارت میں ایک ایسی عمارت ہے جو کہ اپنی شوکت۔ خولصورتی عظمت و بزرگی کے لحاظ سے مغربی افریقہ کی تمام مذہبی عمارت میں اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ اور کہ جو نائیجیریا کے دارالسلطنت کی موزوں جامع مسجد ہے۔ مسلمانان لاگوس کی عقل و دانش اس درجہ تک پہنچ گئی ہے۔ کہ کوئی راہگذر جبکہ وکٹوریا روڈ لاگوس کے درمیان سے گذرتا ہوا اس عمارت کو جو اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کو بلند کرنے کیلئے بنائی گئی ہے دیکھتا ہے تو اسے یہ بات ماننی پڑتی ہے۔ کہ مغربی تعلیم مسلمانان لاگوس میں روزافزوں ترقی پر ہے

نیز یہ بھی موجب دلچسپی ہوگا کہ ملک کی موجودہ حالت کے لحاظ سے لاگوس میں پینتالیس مساجد ہیں۔ اور یہ ایک امر معروف ہے کہ برآمیماہ ہی جالالدنیوں کا لیمومو (امام) ہے۔ جو کہ مسلمانان لاگوس کا متفقہ تسلیم کردہ لیمومو (امام) ہے۔ اسلئے یہ ایک قدرتی امر ہے کہ ایک لیڈر یا امام جو کہ ایک جماعت کے چالیس ہزار نفوس کی یا ایک ملک کی نصف آبادی کی نمایندگی کرتا ہے۔ اس پر یقیناً بھروسہ اور اعتبار کرنا چاہیئے اور گورنمنٹ نے بھی براٖمیماہ لیمومو امام کی نمایندگی کو اس کے عالی مرتبہ کی وجہ سے قبول کر لیا ہے۔ جامع مسجد کی افتتاح کے بعد جماعت میں بعض سیاسی اور مذہبی مناقشات کے رونما ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے ایک کثیر طبقہ نے اس امر کو محسوس کیا۔ کہ لیمومو (امام) ان کا مذہبی پیشوا اور امام ہونے کی حیثیت میں اپنے فرائض منصبی کو خوش اسلوبی سے سرانجام نہیں دیتا۔ اور لاگوس کے مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی سمجھ و دانش نے یہ گوارا نہ کیا۔ کہ اس قسم کا سلسلہ آیندہ بھی جاری ہو۔ انہوں نے یہ دیکھ کر کہ ہم میں کوئی ایسا ضابطہ و قانون بھی نہیں۔ کہ جس سے لیمومو (امام) کی جواب طلبی کر سکیں۔ اسلئے انہوں نے اس امر کو ضروری سمجھا کہ لیمومو (امام) کی آیندہ کی ہدایت و رہنمونی کیلئے ایک ضابطہ تیار کیا جائے جس سے جلیل القدر عہدہ کی شان کو متبرک اور بے نقص رکھا جائے۔ اس ضابطہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے بعد لیمومو (امام) کو دستخط کرنے کیلئے بلایا گیا۔ اس پر میومو (امام) عوام الناس کی موقفات سے متنفر ہوا۔ اور امام عہدنامہ پر دستخط کرنے سے انکار کیا۔ عوام الناس نے یہ یقین کرکے کہ لوگوں کو حالات حاضرہ کا علم ہو مساجد کی ایک فہرست تیار کی۔ تاکہ اس پر منفرداً ہر ایک مسجد سے

رائے حاصل کرلیں ۔ ۴۴ مساجد نے یہ رائے دی ۔ کہ لیمومو برایما (امام) کو اس ضابطہ قانون پر دستخط کرنے چاہئیں یا اُسے عہدہ سے برطرف کر دیا جائے لیکن چار مساجد نے یہ رائے دی ۔ کہ اس کے دستخط سے انکاری ہونے پر اُسے معزول نہ کرنا چاہیئے ۔ اسلئے یہ امر عیاں ہے ۔ کہ لیمومو (امام) اگر دستخط کرنے سے عاری ہے ۔ تو اسے برطرف کر دینا چاہیئے ۔ اور یہی رائے کثرت رائے سے فیصلہ پا گئی ہے لیکن کیا لاگوس کے مسلم طبقہ کی راہنمونی وہدایت کیلئے واقعی ایک نظام وضابطہ کے وجود کی ضرورت ہے؟ ہم اس سوال کا جواب مثبت میں دیتے ہیں ہر ایک مذہبی جماعت کے ہاں اپنے باقی ہمخیالوں کی راہنمونی کے لئے (ایک ضابطہ) ونظام ہوتا ہے ۔ پس اس لئے مسلمانان لاگوس اپنی رہنمونی کے لئے ایک نظام وضابطہ کے متلاشی ہیں ۔ جو کہ متبرک کتاب فرقان حمید کی تعلیمات و روح کے منافی نہ ہو ۔ لیمومو محض اس حجت پر اس پیش کردہ ضابطہ ونظام پر دستخط کرنے سے عاری ہے ۔ کہ اس سے ماقبل کوئی اس قسم کی نظیر نہیں ملتی ۔ لیکن یہ محض صرف ایک مشکل مقام سے مخلصی حاصل کرنے کی ایک آسان راہ ہے ۔ یہ بدیہی امر ہے ۔ کہ اسلام کی اشاعت ان طریقوں سے نہیں ہوئی جس طرح کہ عیسائیت کی ۔ اسلام میں حج کا ایک متبرک مقام ہے جسے مکہ کہتے ہیں ۔ لیکن اسمیں کوئی صدر مقام نہیں ۔ اور نہ اسمیں پروہتوں کی کوئی علیحدہ جماعت ہے ۔ اسلام میں ہر ایک ملک اپنے معاملات کا خود نظم ونسق قائم کرتا ہے یہاں پر ہم ایک تمثیل دیتے ہیں مسٹر ہرلز جو کہ لاگوس کے باشندے تھے بطور سابق میں عیسائی کلیسیا کے پادری تھے اُسقف اعظم کے لطف و کرم کی وجہ سے نائجیریا ڈلٹیا کے لشپ مقرر کئے گئے اور اس تقرر میں جمہور اہل نائجیریا ڈلٹیا سے کہ جنکی پادری صاحب موصوف نے روحانی نگہبانی کرنی تھی بالکل رائے طلب نہ کی گئی کہ آیا وہ لوگ پادری صاحب کے خواہاں بھی ہیں یا نہیں ۔ کلیسیا کا یہی دستور گذشتہ زمانہ سے چلا آتا ہے اور اسپر کوئی بھی متنفس چون وچرا نہیں کرتا ۔ اس قسم کا تقرر اسقف اعظم کے دست تصرف میں ہے ۔ اسلئے یہی معقول معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر ہولز اسقف اعظم کے تابع فرمان ہیں ۔ کیونکہ جس شخص میں اسکے تقرر کی قدرت ہے اسی کو برطرفی ومعزولی کا بھی اختیار ہے لیکن اسلام میں یہ معاملہ نہیں کہ اسلام میں کوئی صدر مقام نہیں اور ہر ایک ملک کا منفرداً صدر مقام ہے اور ہر ایک ملک خود اپنا امام مقرر کرتا ہے ٭

مذہب اور شراب

اسلام کے نمایاں خصائص میں سے جو اُسے دیگر مذاہب سے ممیز کرتے ہیں۔ اس کا عملی اور روزانہ زندگی پر ہمہ گیر اثر ہے۔ خواہ وہ اثر انفرادی زندگی میں نمایاں ہو یا مجموعی زندگی میں اسلام فقط زبانی عبادت پر ہی مشتمل نہیں۔ امر واقعہ یہ ہے۔ کہ اسلام ایک مکمل انقلاب کو چاہتا ہے۔ اور ہماری عملی و روزانہ زندگی میں ایک مکمل تبدیلی کا متقاضی ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ ہماری عادات اوضاع و اطوار و خوراک جادۂ اعتدال پر آجائیں تاکہ ہم جسمانی اور روحانی دونوں طریق پر منازل ارتقا طے کریں +

حضرت نبی کریم صلعم کی قوت قدسی نے عربوں کی زندگی میں ایک شدید انقلاب پیدا کر دیا۔ جس کی وجہ سے وہ وحشی اور خونخوار اکھڑ عرب دنیا کے مالک بن گئے۔ آپؐ نے ان اُجڈ عربوں کو بداخلاقی و گمراہی کے اتھاہ گڑھے سے نکال کر تہذیب و اخلاق کے اوج کمال تک حقیقتاً پہنچا دیا۔ شراب جو کہ سوسائٹی کے لئے زمانۂ قدیم سے لعنت چلی آتی تھی۔ اور آنحضرت صلعم کے زمانہ میں بھی لوگوں کے اخلاق و قوت کو تباہ کر رہی تھی۔ اسلام نے اسی ناجائز قرار دیا۔ اگرچہ یہ بدی ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکی تھی اور زبردست ہو چکی تھی۔ لیکن اسکے بالمقابل اسلام کا اثر اس سے زیادہ قوی اور شدید تھا اور یہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ جب شراب کی حرمت نازل ہوئی۔ اور اسکی منادی کیگئی تو لوگوں نے اُسوقت کُہنہ شراب کے مٹکوں اور صراحیوں کو مدینہ کی گلیوں میں انڈیل دیا۔ اور رستہ میں گذرنیوالوں کے گھٹنوں تک شراب بازار میں پانی کی طرح بہنے لگی +

اِس عالمگیر جنگ عظیم نے اہل مغرب کو شراب کے استعمال کے بُرے نقصانات سے آگاہ کر دیا ہے۔ چنانچہ ریاستہائے متحدۂ امریکہ نے انسداد شراب کیلئے قانونی قدم بھی اُٹھایا ہے۔ دیگر ممالک کے اہل دانش متقی اور سلیم الفطرت احباب بھی اخبارات اور دیگر لٹریچر کی اشاعت کے ذریعہ ٹمپرینس کی حمایت میں عوام الناس کی ہمدردی حاصل کرنے کیلئے

اپنی طرف سے حتے الامکان سر توڑ کوشش کر رہے ہیں لیکن نسل انسانی کی تاریخ ہمیشہ سے اس امر کی شاہد ہے۔ کہ اس قسم کے انقلابات فقط مذہب کے اثر سے ہی رونما ہوتے ہیں پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ دنیا کے گوناگوں مذاہب میں سے کونسا مذہب اس سوشل بدی کا مقابلہ کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ اس معاملہ پر روشنی ڈالنے کے لئے ہم فقط ذیل میں مارننگ پوسٹ مورخہ ۱۳ ستمبر ۱۹۲۹ء کا ایک اقتباس پیش کئے دیتے ہیں:-

"بسا اوقات یہ بیہودہ ادعا کیا جاتا ہے اور مشہور کیا جاتا ہے۔ کہ آجکل شراب کا ہر ایک طرح کا استعمال عیسائیوں کیلئے ناجائز ہے۔ اور جو کوئی شراب کشی کے کاروبار میں مصروف ہے۔ وہ عیسائی کہلانے کا مستحق نہیں نہ صرف مدہوشی ہی بلکہ شراب بذاتہٖ ایک ملعون چیز بیان کی جاتی ہے" +

"لیکن مادی اشیاء کو بنفسہٖ بدی خیال کرنا عیسائی محاورات کو استعمال کرنا نہیں ہے بلکہ اسکے برعکس ہے یہ کہنا سرسر غلط ہے جیسا کہ بسا اوقات کہا جاتا ہے کہ شراب کا استعمال ممنوع ہے! اور انجیل اسے مطعون گردانتی ہے۔ لیکن انجیل میں ایک بھی ایسا لفظ نہیں جو شراب کو بدی ہونے کی وجہ سے برا کہے۔ بلکہ مدہوشی کو ترک کرنیکی بہت سی آیات انجیل میں ملینگی لیکن شراب کی حرمت کے لئے ایک بھی لفظ نہیں ملتا۔ بعض اوقات انجیل کی شرابوں کو منشی اور غیر منشی جاموں میں منقسم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ موخرالذکر کی فقط اجازت ہے لیکن بڑے علما اس بودی منطق کے مؤید نہیں۔ دوسری جگہ پر اور یہ یقیناً عیسائیوں کے لئے حجت ہے۔ کہ ہم اپنے آقائے نامدار جناب مسیح ہی کی مثال کو پیش کریں۔ یہ اظہر من الشمس ہے۔ کہ جناب مسیح نے نہ تو کبھی شراب سے پرہیز کرنے کی تعلیم کی نہ خود اس پر عامل ہوئے۔ جو لوگ ایسے مذہب کے متلاشی ہیں۔ جو تمام قسم کے منشیات اور شراب کے استعمال سے منع کرے۔ وہ مذہب انہیں ملسکتا ہے۔ لیکن وہ مذہب عیسائیت نہیں۔ بلکہ وہ اسلام ہے"۔

اسلام میں رواداری

عیسائی مناد اسلام پر علانیہ طور پر جھوٹے اور بے بنیاد الزامات تھوپنے کے مشتاق ہیں۔ وہ علاوہ ان اسلام محض اپنی بھیڑوں کے گلہ کو لاعلمی کی راحت میں محفوظ رکھتے

کے لئے ہمیشہ اس جلیل القدر مذہب اسلام کی تعلیمات کو غلط بیان کرنے کیلئے کوشاں رہتے ہیں کیونکہ لاعلمی نہ صرف ان لوگوں کی راحت و آرام کا موجب ہے۔ جو اس لاعلمی میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں۔ بلکہ اس لاعلمی سے اس چالاک فرقہ کی جیبیں سیم و زر سے پُر ہوتی ہیں جنہوں نے عوام الناس کو حقیقت اسلام سے ناآشنا رکھنا اپنا مکار پیشہ بنا رکھا ہے۔ اس لئے یہ کوئی حیرت انگیز واقعہ نہیں۔ اگر ہم مشن اینڈ ورلڈ آؤٹ مورخہ ۔ نومبر ۱۹۲۰ء میں اس کلمہ کفر کا اعادہ پڑھتے ہیں۔ کہ

"کہ آیا اسلام میں رواداری کی نشوونما کی کوئی وسعت اور گنجائش ہے کیونکہ اسکی تمام تاریخ اس سے عاری ہے اور رواداری کے بہت کم تمثیلات فی زماننا اسلام میں نظر آتے ہیں"+

لیکن یہ امر حیرت انگیز ہے۔ کہ کس طرح ان سطور کے مصنف نے تاریخ کے فیصلہ و فتویٰ کو چیلنگ دینے کی جرات کی ہے۔ کیا وہ تاریخ کی روشنی میں اس رواداری کی روح کو مطالعہ کرنے کیلئے تیار ہے۔ جو حضرت نبی کریم صلعم نے تلقین فرمائی اور مسلمان اس پر عمل پیرا ہوئے! اگر وہ اس بات کیلئے آمادہ ہے۔ تو ہم اسے قرآن کریم کی ذیل کی آیات کی طرف متوجہ کرتے ہیں:۔

لا اکراہ فی الدین (ترجمہ) مذہب میں کوئی جبر و اکراہ نہیں۔ ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوٰت ومسٰجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا ط ترجمہ۔ اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے (کے ہاتھ) سے نہ ہٹواتا رہتا۔ تو نصاریٰ کے صومعے اور گرجے اور (یہودیوں کے) عبادتخانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں جنمیں کثرت سے خدا کا نام لیا جاتا ہے کبھی کے ڈھائے جا چکے ہوتے +

مندرجہ بالا آیات سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اسلام اپنے متبعین کو کامل مذہبی رواداری کا حکم دیتا ہے جو غزوات کہ نبی کریم صلعم نے باشندگان عرب کے خلاف کئے وہ مذہبی آزادی کو اتم طور پر قائم کرنے کے لئے تھے۔ تاکہ تمام مذاہب کے مقامات مقدسہ (نصاریٰ کے صومعے اور گرجے یہود اور یہودیوں کے عبادتخانے اور مساجد) جیرہ دستوں کے سفاکانہ ہاتھوں سے مصئون و محفوظ رہیں +

مسلم فرمانروایان کی مذہبی رواداری کے متعلق ہم صرف دو اہم ممالک یعنے ہندوستان و ہسپانیہ کا تذکرہ کرتے ہیں۔ جو باوجود آٹھ سو برس تک مسلم شاہنشاہوں کے زیر نگیں رہنے کے ابتک اپنے اپنے آبائی مذہب پر قائم ہیں اور ہندوستان ابھی تک ایک ہندو اور ہسپانیہ نصرانی ملک ہے +

فارقلیط یا محمد صلعم

(از قلم جناب ماسٹر محمد یعقوب خانصاحب بی اے - بی ٹی)

اور میں اپنے باپ سے درخواست کرونگا - اور وہ تمہیں دوسرا تسلی دینے والا بخشیگا کہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے + (یوحنا باب ۱۴ آیت ۱۶) +

واذ قال عیسی ابن مریم یبنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التوراتہ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد (ترجمہ) اور (اے پیغمبر لوگوں کو وہ وقت بھی یاد دلاؤ) جب مریم کے بیٹے عیسیٰ نے (بنی اسرائیل سے) کہا - کہ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف خدا کا بھیجا ہوا (آیا) ہوں (یہ کتاب) توراۃ جو مجھ سے پہلے (نازل ہو چکی) ہے - (میں) اسکی تصدیق کرتا اور (ایک اور) پیغمبر کی (تم کو) خوشخبری سُناتا (ہوں) جو میرے بعد آئیں گے (اور) ان کا نام ہوگا **احمد** - سورۃ الصف آیت ۶ -

اخبار مسلم ورلڈ کے اپریل سنہ ۱۹۲۰ء کے پرچہ میں ایک مضمون عنوان بالا کے نیچے نکلا ہے جس کا لکھنے والا کوئی مسٹر ایل بیون جونس ہے مضمون نگار نے ایک صاف و صریح معاملہ کو دھندلا بنانے اور اس کے متعلق شبہات پیدا کرنے کے لئے اُسی طرز کی ناکام کوشش کی ہے جیسی اس کے پہلے کئی ایک ہو چکی ہیں کلیسیا کے بڑے بڑے حامیوں اور مسیحی بہادروں کی عقلمندانہ لفاظی کے باوجود بھی حضرت محمد صلعم کی آمد کے متعلق پیشگوئی یوحنا کی انجیل باب ۱۴ آیت ۱۶ میں روز روشن کی طرح چمک رہی ہے مضمون زیر بحث سے ان مضامین کو جو اس سے پہلے اِس معاملہ پر نکل چکے ہیں کوئی مدد نہیں ملسکتی - حقیقت میں وہی پرانی تحریر یا اعتراض ہے جسے متعدد بار رد کیا جا چکا ہے +

یہ مضمون نگار بھی بہت ہی چالاک نظر آتا ہے اسنے بھی لفظی بحث کی آڑ میں پناہ لینے

کی کوشش کی ہے مگر اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر نظر ڈالنے کی جرات نہیں کی۔ اسکے خیال میں زیر بحث تو یہ امر ہونا چاہیئے کہ آیا پیشگوئی میں اصل اور صحیح لفظ فارقلیط ہے یا پیریکلیط۔ اس نے غالباً اسباب کی طرف توجہ نہیں کی کہ انجیل میں بیشمار دفعہ تحریف کی گئی ہے اور خود عیسائی نکتہ چین بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ یہ انسانی دست برد سے ہرگز خالی نہیں۔ ہماری نظر سے انجیل کی ترمیم شدہ جلدیں وقتاً فوقتاً گزرتی رہتی ہیں۔ اسلئے اگر اگر ان جلدوں میں اختلاف لفظی یا معنوی ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اور اس قسم کی تحریرات کبھی بھی وثوق کے ساتھ جناب مسیح علیہ السلام کی تعلیم خیال نہیں کی جاسکتیں۔ میرے خیال میں یہ معاملہ نہایت ہی صاف ہے۔ اور اس حلقہ کے لوگ بھی جن کے نزدیک مذہبی معاملات میں عقل سے کام لینا کفر نہیں اسے خارج از بحث سمجھتے ہیں۔ قطع نظر اس کے جناب مسیح کبھی بھی انگریزی یا یونانی یا لاطینی زبان میں گفتگو نہ کرتے تھے۔ وہ تو یہودیوں کے گھر میں پیدا ہوئے۔ اور انہیں کے درمیان انہوں نے تربیت پائی۔ لہذا یہ ایک قسم کی حماقت ہوگی۔ اگر ہم یہ کہیں کہ وہ ایسی زبان بولتے تھے جو ان لوگوں کی نہ تھی جنمیں انہوں نے جنم لیا اور جنکے درمیان زندگی بسر کی۔ اور جن کی اصلاح کے لئے وہ رسالت کا جامہ پہن کر تشریف لائے۔ اس امر پر آپ کے یہ الفاظ (ایلی ایلی لما سبقتنی) جو انہوں نے صلیب پر نہایت تکلیف اور عذاب کے وقت منہ سے نکالے بہت کچھ روشنی ڈالتے ہیں کسی شخص کو بھی اس سے انکار نہیں کہ یہ الفاظ عبرانی ہیں۔ اور اس امر واقعہ سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ جناب مسیح نے اپنی قوم کو اپنی مادری زبان میں تعلیم دی ہوگی۔ لیکن بدقسمتی سے ایک بھی جلد اس انجیل کی جو جناب مسیح کے اپنے الفاظ (عبرانی) میں ہو دستیاب نہیں ہوتی +

جناب مسیح کی صحیح تعلیم پر اسی طرح کا پردہ پڑا ہوا ہے جس طرح کا انکی اپنی ذات پر جس کے متعلق ان کے زمانہ کی تاریخ بہت کم روشنی ڈالتی ہے۔ یہ انجیلیں جو ہمارے سامنے پیش کیجاتی ہیں ان حواریوں کے الفاظ بھی صحیح اور مکمل طور پر اپنے اندر نہیں رکھتیں جن کی طرف وہ منسوب کیجاتی ہیں۔ اور جن الفاظ کے وہ خود ہی ذمہ وار ہیں۔ چہ جائیکہ وہ جناب مسیح کے اپنے الفاظ دکھائیں۔ کیونکہ انکی زبان تو عبرانی تھی +

اس قسم کے مہمل اور کمزور امر پر کلیتہً بھروسہ کر لینا جیسا کہ مضمون نگار نے کیا ہے۔ اور اسی پر فیصلہ کا انحصار کرنا محض اس ڈوبتے ہوئے انسان کی طرح ہی جو تنکے کا سہارا ڈھونڈتا ہے۔ مگر میں اس جگہ رفع مغالطہ کے لئے یہ بھی کہتا ہوں کہ اسلام اسی امر زیر بحث پر بھی کامیابی کے ساتھ نامہ نگار کی تردید کر سکتا ہے جیسا کہ میں بعد میں بتلاؤنگا میں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ اور بھی کئی ایک وزنی دلائل موجود ہیں جن کا تعلق براہ راست امر زیر بحث سے ہے اور وہ یقینی اور قطعی نتیجہ کی طرف رہنمائی کرتی ہیں۔ اس لئے انہیں اس بحث میں نظر انداز نہ کرنا چاہئے۔ مثلاً اس آنیوالے موعود کا مشن یعنے کام اور اس کے خصائل وغیرہ ایسی باتیں ہیں جو امر متنازعہ فیہ کے فیصلہ کرنے میں بہت حد تک امداد دے سکتی ہیں لیکن اس پہلو پر نامہ نگار نے بڑی دانائی سے سرسری نظر ڈالی ہے۔ اور اسے ایک خفیف سا معاملہ سمجھا ہے +

یوحنا کی انجیل کے یونانی ترجمہ میں سے ایک ورق نامہ نگار مذکور نے پیش کیا ہے جو کہ ۱۸۰۵ء میں شائع ہوا۔ اس سے وہ بتلانا چاہتا ہے۔ کہ لفظ زیر بحث پارکلیطاس ہے جس کے معنے تسلی دہندہ ہے نہ کہ مسلمانوں کے خیال کے مطابق پیریکلیوطاس ہے جس کے معنے ستودہ یا شاندار ہے۔ اس پر اس نے بہت شور مچایا ہے۔ اور اس خیال سے وہ بیحد خوشی منا رہا ہے اور یقین رکھتا ہے۔ کہ یہ امر اس کے مخالف کو حیران کر کے اس کے دعوے کو پاش پاش کر دیگا۔ لیکن میں اس سے التجا کرتا ہوں کہ وہ اپنے ذہن کو تمام تعصبات و یکطرفہ فیصلہ جات سے خالی کر کے امر زیر بحث کو استدلال کی میزان میں تولے۔ اس وقت تک جتنی تحریرات اس پیشگوئی سے متعلق دستیاب ہوئی ہیں۔ انہیں اس لفظ کو دو ہی طرح لکھا ہوا دیکھا گیا ہے۔ ایک پارقلیط جو یوحنا کی انجیل بزبان یونانی میں پایا جاتا ہے۔ اور دوسرا پریکلیوط جو برنباس کی انجیل میں ملتا ہے جس کے معنے ستودہ کیا گیا یعنے مسلمانوں کے نزدیک

محمد ﷺ

کیونکہ عربی لغت میں محمد کے معنے ہی بہت تعریف کیا گیا ہے۔ مگر اسکی کوئی وجہ نہیں بتلائی جاتی۔ کہ کیوں ایک لفظ کو رد کر کے دوسرے کو صحیح سمجھا جائے۔ صرف اسلئے کہ وہ

بقول ایک عیسائی صاحب کے صحیح نہیں تحریف شدہ ہے۔ کیونکہ اس لفظ کے سیاق وسباق سے اسلامی بو آتی ہے۔ اور یہی صاحب لکھتا ہے کہ اس لفظ کا لکھنے والا ضرور کوئی مرتد عیسائی ہوگا۔ بعض عیسائی تو اس لفظ کے متعلق خیال کرتے ہیں۔ کہ یہ کسی مسلمان کی چالاکی کا نتیجہ ہے۔ سیل صاحب اپنے قرآن مجید کے ترجمہ کے دیباچہ میں لفظ پیریکلیوط کے برناباس کی انجیل میں ہونے کا صاف طور پر ذکر کرتا ہے۔ اور لکھتا ہے کہ ایک پادری نے پاپ سخم کے کتبخانہ میں اس انجیل کو پڑھا۔ اور محمد صلعم کی بعثت کے متعلق اس صحیح پیشگوئی کو دیکھ کر اسلام قبول کرلیا۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی تحریر کرتا ہے۔ کہ اس پیشگوئی کا اس انجیل میں داخل ہونا کسی مسلمان کی کارستانی کا نتیجہ ہے۔ یہ خیال اسمیں کوئی شک نہیں دل کی تسلی کے لئے بہت حد تک درست ہے۔ لیکن واقعات اسکی تصدیق کیلئے نہیں ملتے۔ یہ انجیل ایک لارڈ پادری کے کتب خانہ میں بطور متبرک دیگر چار انجیلوں کے پہلو بپہلو رکھی ہوئی ہے۔ اگر برناباس کی انجیل میں تحریف ہوتی جیسا کہ اس کے متعلق کہا جاتا ہے تو اسے ایسے مقدس کتب خانہ میں جگہ نہ ملتی۔ اس قسم کی کتاب کا تو فوراً نمائب کردینا ہی بہتر تھا۔ بلکہ پوپ صاحب کا غرض یہ تھا۔ کہ وہ خود ہی سب سے پہلے اس انجیل کا وجود صفحہ ہستی سے مٹا دیتے۔ تاکہ بہت سے روحوں کو شرارت اور ناپاکی سے نجات ملجاتی۔ لیکن باوجود اس کے نہایت حفاظت سے اس کتاب کو رکھا جاتا ہے۔ اور وہ پادری جو اس کی تلاش میں تھا اسے بڑی مشکل اور دقت کے ساتھ حاصل کرتا ہے۔ اور اسی وجہ سے اُسے جناب مسیح کا صحیح کلام تسلیم کرتا ہے۔ اور پھر پیریکلیوط یعنے محمد (صلعم) کا نام وہاں پاکر اسلام قبول کرتا ہے۔ یہ ایک ایسی دلیل ہے جو آسانی سے رد نہیں کیجاسکتی۔ کسی امر کے متعلق بیان کردینا ایک بات ہے لیکن اسے پایۂ ثبوت تک پہنچانا ایک علیحدہ امر ہے۔ خالی دعوی بلا دلیل بالکل ہیچ ہے چاہیئے تھا کہ واقعات ایسے پیش کئے جاتے۔ جن سے معلوم ہوتا۔ کہ یوحنا یا دیگر حواریوں کی اناجیل کے مقابلہ میں برناباس کی انجیل زیادہ تر غیر معتبر ہے۔ لیکن کسی خود غرض پادری کی اپنی خواہش کوئی حقیقت نہیں رکھ سکتی +

یہ انجیل کا ورق جس کا اُوپر ذکر کیا گیا ہے بہت پُرانا بتلایا جاتا ہے لیکن کسی چیز کا پرانا ہونا اسکی صداقت اور صحت کی کوئی دلیل یا ضمانت نہیں ہم دیکھتے ہیں کہ ان چار انجیلوں میں بھی باوجود ان کے پرانا ہونے کے غلطیاں پائی گئی ہیں۔ اور اسی لئے انہیں وقتاً فوقتاً ترمیم کیا گیا ہے۔ اور اگر دیرینہ پن ہی ایک وزنی امر ہے تو یہ ثابت کیا جانا چاہئے کہ برناباس کی انجیل بمقابلہ دیگر اناجیل کے بہت پرانی نہیں لیکن حیلہ سازی بھی ایک ہنر ہے! اعتراض سے بچنے کیلئے ایک نئی طرز اختیار کی گئی ہے کہا جاتا ہے کہ برناباس کی لاطینی انجیل کو مبصروں اور ماہروں نے پڑھا ہے۔ اور وہ اس تحقیقات پر پہنچے ہیں کہ فارقلیط کا ذکر اسمیں اسقدر مہمل طور پر ہے کہ اسکی طرف توجہ دینا ہی ایک فضول امر ہے۔ یہ ایک ردی دلیل ہے۔ اور اس قسم کے دلائل کی آڑ میں البتہ مایوسی کی حالت میں پناہ لیجاتی ہے لیکن اب اس کا وقت بھی گذر گیا ہے۔ کیونکہ اس امر کے متعلق صدہا سال سے بحث ہو رہی ہے! اور اس لاطینی ترجمہ کی طرف کبھی بھی توجہ نہیں کی گئی۔ اور نہ اس کا تذکرہ بحثوں میں اس غرض کے لئے آیا ہے کہ دیکھیں کہ آیا لفظ پیریکلیوط کا اسمیں کہیں ذکر بھی ہے یا نہیں۔ یا در اصحاب کی مثال تو اس طالبعلم کی سی ہے جو تمام رات زلیخا کا قصہ پڑھتا رہا۔ اور ختم کرنے کے بعد بڑی دلچسپی سے اپنے استاد سے استفسار کرتا ہے کہ آیا زلیخا مرد تھی یا عورت۔ اسمعاملہ زیر بحث پر کئی صدیوں سے نہایت سرگرمی اور جوش کے ساتھ قلم اُٹھایا جا رہا ہے لیکن تعجب ہے کہ اب بیسویں صدی کے ماہرین نے میدان میں آکر دُنیا کو حقیقت سے آگاہ کرنے کے لئے یہ کہنا شروع کیا ہے۔ کہ وہ معاملہ جس پر اسقدر وقت اور محنت صرف کی گئی تھی بالکل لغو اور ہیچ تھا۔ مگر دُنیا کو زُود اعتقادی کے زمانہ میں سے گذرے ہوئے اب مُدت ہو چکی ہے ہمیں تامل ہے کہ ان ماہرین کے فتووں پر کوئی بھی آنکھ بند کئے ایمان نہ لائیگا۔ اور اسکے لئے ہمارے پاس دلائل بھی ہیں۔ ہم ان لوگوں کی اُس قابلیت و مہارت کی جو انہیں علوم آثار قدیمہ کی تحقیقات میں ہے عزت کرتے ہیں لیکن ہم دیکھتے ہیں۔ کہ مذہبی اُمور

بمقابلہ مادی اغراض کے زیادہ عزیز ہوتے ہیں۔ اگر موصل کی سرزمین میں تیل کی کانوں کو حاصل کرنے کی حرص و آز بڑے بڑے ذمہ دار اشخاص پر اسقدر غالب آسکتی ہے کہ وہ دیانت و امانت کو خیر باد کہہ سکتے ہیں تو مذہبی حرص کو پورا کرنے کے لئے اس قسم کے لوگ کیا کچھ نہیں کر سکتے۔ وہ خطرناک سے خطرناک طریقہ اختیار کر سکتے ہیں۔ لہذا اس معاملہ کو صاف کرنے کے لئے ہمارے پاس اور قسم کے دلائل بھی ہونے چاہئیں +

برنباس کی انجیل کا مستند اور صحیح ہونا جہانتک کہ معاملہ زیرِ غور کا تعلق ہے۔ صاف و صریح امر ہے گو اُسے محرف اور غلط ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی تک کا زور بھی لگا یا گیا ہے۔ لیکن اس وقت تک یہ انجیل اسی حالت میں رہی ہے۔ اور رسول عربی صلعم کے مبعوث ہونے کے بارے میں یہ بھی ایک روز روشن کی طرح صاف اور بیّن شہادت ہے۔ بہت سے پاک دل اور خدا ترس عیسائیوں نے جب اس کا پتہ انہیں ملا تو اسلام کی برکات میں سے حصہ لیا مگر اس قسم کے صریح معاملہ کی طرف سے آنکھیں بند کر لینا تعصب کے سوا اور کچھ ظاہر نہیں کرتا۔ اور اگر بعض عیسائی صاحبان نے لفظ پیریکلیوط کو غیر محمد ہی قرار دینے کی ٹھان رکھی ہے تو ہم پھر بڑے ادب سے ان پر ظاہر کر دیں گے۔ کہ فارقلیط جو ان کے نزدیک بالکل صحیح اور بے ضرر لفظ ہے حضرت محمد صلعم پر ہی عاید ہوتا ہے۔ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے کہ جناب مسیح یہودی النسل تھے۔ یہودیوں ہی میں انہوں نے زندگی بسر کی! اور انہیں کو اپنی تعلیم دی۔ لہذا ضروری ہے کہ عبرانی ہی میں جو اس قوم کی زبان تھی انہوں نے تعلیم دی ہوگی۔ ان کے خاص اور پیارے حواری سید ھے سادے ماہی گیر تھے جو غیر زبانوں میں مہارت نہ رکھتے تھے۔ اور آپ کا مشن بھی فقط یہودی قوم کی اصلاح کے متعلق ہی تھا۔ یہودیوں نے اپنی کتابوں میں سے سرقہ کرنے کا الزام بھی لگایا۔ کیونکہ وہ اکثر یہودیوں کی پرانی تحریروں کے حوالے دیا کرتے تھے + پس ان تمام واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب مسیح نے اپنی قوم کو انہیں کی زبان یعنے عبرانی میں تعلیم دی۔ لہذا لفظ

فارقلیط یقیناً عبرانی ہی ہو سکتا ہے۔ یہ ظاہر ہے۔ کہ اس لفظ کا استعمال بطور اسم معرفہ کے ہوا ہے۔ جو اس شخص کا نام ظاہر کرتا ہے۔ جس کی آمد کی پیشگوئی کی گئی تھی۔ جیسا کہ ہم بعد میں ثابت کریں گے۔ یہ کہنا بالکل خلاف عقل ہے کہ جو اسم جناب مسیح نے عبرانی میں بولا تھا اس کی بجائے اس کے ہم معنے یونانی لفظ رکھ دیا گیا جسے ہم انجیل میں پڑھتے ہیں۔ اور کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ کیوں یونانی ترجمہ میں بھی وہی عبرانی لفظ نہ رکھا گیا ہو۔ البتہ یونانی طرز تقریر و لب و لہجہ کی وجہ سے ضروری ہے۔ کہ اسکی شکل میں کچھ تغیر پیدا ہو گیا ہو۔ پس یہ دلیل بالکل غیر متعلقہ ہے کہ چونکہ یونانی زبان میں لفظ فارقلیط کے معنے تسلی دہندہ یا اسی کے مترادف ہیں۔ اسلئے محمدؐ یا احمدؐ سے جو رسول عربی صلعم کے دو نام ہیں اس لفظ کا کوئی تعلق نہیں۔ اِس لفظ کے یونانی معنے لینا صریح طور پر غلط راہ اختیار کرنا ہے۔ کیونکہ یونانی میں اس لفظ کو اسکی موجودہ صورت میں رکھنا اسکے معنے کے لحاظ سے نہ تھا بلکہ یونانی طرز کلام اور لب و لہجہ کی وجہ سے۔ لہٰذا عبرانی میں اس لفظ کا ماخذ تلاش کرنے کے لئے یہی امر بطور اصول ہمارے سامنے رہنا چاہئے عبرانی زبان بدقسمتی سے مُردہ ہو چکی ہے۔ اور وہ نامکمل بھی ہے۔ اسلئے اِس لفظ کی سُراغ رسانی کے لئے اسکی زندہ قائمقام یعنی عربی کی طرف ہمیں رُخ کرنا پڑتا ہے تمام زباندانوں کا جو صرف و نحو میں کامل مہارت رکھتے ہیں اس پر اتفاق ہے کہ ان تمام زبانوں میں سے جن کا ماخذ سامی زبان ہے صرف عربی ہی ایسی ہے جو دیگر اپنی ہمجنس زبانوں کے متعلق کسی مشکوک امر پر روشنی ڈال سکتی ہے۔ علاوہ بریں عربی میں ایک خاص وصف ہے یعنے ہر ایک لفظ کے مصدر میں اسکی وجہ تسمیہ موجود ہے۔ یونانی لفظ پیریکلیوط کے عین مطابق عربی میں ایک لفظ فارقلیط ہے جو کہ بالکل اس کے مشابہ ہے اسلئے ہمیں دیکھنا یہ چاہیئے۔ کہ آیا اصل یونانی لفظ فارقلیط ہی تو نہیں۔ کیونکہ ہمیں اکثر الفاظ ایسے ملتے ہیں جو ان دونوں زبانوں میں جنکی ماں ایک ہی ہے مشترک ہیں۔ اس لفظ کے اشتقاقی یا مصدری معنے نیز موعود آنیوالا کے خصائل اور کام یہ سب نہایت

ہی قوی دلائل ہیں اور ہماری تحریر کی تصدیق کرتے ہیں +

فارقلیط دو لفظوں سے مرکب ہے ۔ فارق اور لیط ۔ فارق کے معنے کسی چیز کو علیحدہ کرنے والا اور لیط کے معنے شیطان یا دروغ ہے ۔ اسلئے فارقلیط اس شخص کا نام ہے ۔ جو دروغ کو الگ کر دیتا ہے ۔ پیشگوئی کے الفاظ میں فارقلیط سے مراد رُوح حق ہے ۔ اور بات صحیح بھی یہی ہے کہ رُوح حق کے بغیر کوئی بھی دروغ وکذب کو جُدا نہیں کر سکتا ۔ پس فارقلیط اور رُوح حق دونوں مترادف وہم معنی ہیں اور پیریکلیوط بھی فارقلیط ہی کی دوسری شکل ہے ۔ اس کے معنے یونانی میں تسلی دینے والا نہیں ہو سکتے ۔ بلکہ اس کے وہی معنے ہونے چاہئیں جو اس کے اصل ماخذ کے ہیں یعنے وہ شخص جو صدق اور کذب کے درمیان فرق وتمیز کرتا ہے +

اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آیا اپنے اصلی اور مصدری معنوں میں اس لفظ کا اطلاق رسُول عربی صلعم پر ہو سکتا ہے ۔ جس طرح یوحنا باب ۱۴ آیت ۱۶ میں پارکلیط کی آمد کی پیشگوئی ہے ۔ اسیطرح ہم قرآن مجید کی سورہ ۶۱ آیت ۶ میں دیکھتے ہیں ۔ کہ جناب مسیح نے احمدؐ کے آنے کی پیشگوئی کی ہے ۔ اسلئے ہمیں فارقلیط اور احمدؐ ان دونوں اسماء کا مقابلہ کرکے تحقیق کرنا چاہئیے کہ آیا ان دونوں سے مراد ایک ہی شخص تو نہیں ۔ فارقلیط کے معنے تو اوپر بتلائے گئے ہیں ۔ یعنے وہ شخص جو صدق وکذب کے درمیان تمیز وفرق کرتا ہے ۔ اور لفظ احمد کا اصل حمد ہے یعنے وہ شخص جو نیک صفات کی بکثرت تعریف کرتا ہے ۔ رسول کریم صلعم کا اسوقت ظہور ہوا جبکہ عرب میں بُت پرستی اپنے معراج کو پہنچ چکی تھی ۔ تمام ملک میں جھوٹے خدا اور دیوتے قائم کیئے گئے تھے ۔ اور تقریبًا تمام دُنیا میں غلط صفات اللہ تعالی کیطرف منسوب کیجا چکی تھیں ۔ مثلاً اس کا بیٹا ہونا یا تین خدا کا ہونا ۔ اس مقدس رسول صلعم کا مطمح نظر اور آپ کا مدعا خدا کی وحدت کو قائم کرنا اور اُسے تمام صفات قبیحہ سے جو مختلف قوموں نے اس کے ساتھ وابستہ کر رکھی تھیں پاک کرنا تھا ۔ لہذا آپ نے اپنی تمام توجہ خدا کی اصل صفات کو قائم کرنے اور جھوٹے صفات کو رد کرنے کیطرف لگا دی ۔ اور یہی

معنے احمد کے ہیں۔ وہ خدا کی سچی اور جھوٹی صفات کو ایک دوسرے سے الگ کر کے بتلاتا ہے وہی رُوح حق ہے۔ جس کے ظہور سے جھوٹ نمائب ہوا پس احمد کے وہی معنے ہیں جو فارقلیط کے ہیں۔ اور قرآن شریف نے بھی بالکل صحیح طور پر یوحنا باب ۱۴ آیت ۱۶ کی طرف اشارہ کیا ہے جسمیں اس رسول کے آنے کی پیشگوئی ہے جو سچ کو جھوٹھ سے الگ کر دیگا۔ یعنے فارقلیط یا احمد +

جو کچھ اُوپر بیان کیا گیا ہے۔ وہ تمام لفظی بحث کا خاتمہ کرنے کے لئے کافی ہے خواہ لفظ فارقلیط ہو یا پیریکلیوط۔ مگر جو پیشگوئی یوحنا باب ۱۴ آیت ۱۶ میں اور قرآن مجید کی سورہ ۶۱ آیت ۶ میں ہے وہ ایک ہی شخص کی آمد کے متعلق ہے جس کے حسن اتفاق سے دو نام احمدؐ و محمدؐ ہیں لیکن جن کے ایک ہی معنے ہیں جیسا کہ اوپر بحث ہوگئی ہے۔ اب ہم اس سوال کے اس پہلو پر نظر ڈالتے ہیں جو غالباً اہم تر ہے۔ انجیل میں رسول موعود کی تمیز کے لئے بیشمار نشانات بتلائے گئے ہیں۔ اب دیکھنا ہے کہ آیا قرآن کا احمدؐ یا محمدؐ وہی نشانات وصفات اپنے اندر رکھتا ہے +

اگر انجیل مُقدس اور قرآن مجید کو پڑھا جائے تو موعُود رسُول کا طلیہ دونوں میں صاف طور پر یکساں ہی پایا جائیگا۔ انجیل میں بار بار پارکلیط سے روح حق ہی مراد لیا گیا ہے۔ آخر الذکر الفاظ نہایت ہی معنی خیز ہیں۔ اور پارکلیط ہی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اس جگہ یہ بھی لکھنا خالی از فائدہ نہ ہوگا۔ کہ پارکلیط اور رُوح القدس کسی طرح سے اور کسی رنگ میں بھی ایک خیال نہیں کئے جا سکتے۔ کیونکہ انجیل میں کسی جگہ بھی رُوح القدس کو رُوح حق کر کے نہیں لکھا گیا۔ علاوہ ازیں جناب مسیح اپنی نسبت کہتے ہیں۔ کہ میں بھی ایک پارکلیط ہوں۔ اور اسمیں کوئی شک نہیں وہ بھی ایک پارکلیط تھے۔ اور دوسرا پارکلیط بھی انکی طرح یقیناً کل من علیہا فان کا مصداق ہوگا۔ اور قرآن شریف نے جو تصور پارکلیط کی کھینچی ہے وہ بھی اسی طرح کی ہی۔ اسمیں رسُول پاک کی آمد کے متعلق یوں لکھا ہے۔ کہ قل جاء الحق وزھق الباطل (کہہ حق آیا اور باطل بھاگ گیا) اس سے عیاں ہے کہ رسول کریم رُوح حق ہی کہلاتے تھے۔ لفظ

حق کے پہلے ال کا لگایا جانا اُسے تخصیص کرتا ہے۔ اور اس وعدہ کی طرف اشارہ کرتا ہے جو خدا نے جناب مسیح کے ذریعہ دیا۔

یہ ایک نہایت ہی لچر و بیہودہ اعتراض ہے کہ رسولکریم صلعم روح نہ تھے بلکہ انسان تھے۔ ذرہ انجیل کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا۔ کہ اسمیں لفظ رُوح نہایت ہی وسیع اور مختلف معنے رکھتا ہے متی باب ۲۶ آیت ۴۱ میں لکھا ہے کہ "رُوح تو مستعد پر جسم سست ہے" اس سے مُراد انسان کا رُوحانی حصّہ ہے۔ پھر قرآن شریف اور انجیل میں بھی اس کے معنے خدا کے لئے گئے ہیں۔ جو صادقوں اور راستبازوں پر نازل ہوتی ہے۔ پھر یوحنا باب ۳ آیت ۶ میں لکھا ہے کہ "جو روح سے پیدا ہوا ہے۔ رُوح ہے"۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رُوح کے معنے پاک انسان ہے۔ لہذا عیسائیوں کا یہ کہنا کہ رُوح سے کبھی بھی انسان مراد نہیں لیا جاتا بالکل لغو ہے۔ کیونکہ لوقا باب ۳ آیت ۲۲ کے الفاظ "جسم کی صورت میں کبوتر کی طرح" اور باب ۲ آیت ۳ کے الفاظ "جُدی جُدی آگ کی سی زبانیں" سے ظاہر ہے۔ کہ خود رُوح القدس نے ظاہری یعنی جسمانی صورت اختیار کی۔ اگر رُوح القدس فاختہ کی شکل میں ظاہر ہوسکتا ہے۔ اور اگر مثلثی خدا کا دوسرا جزو یعنے بیٹا انسانی لباس میں آسکتا ہے تو رسول عربی صلعم کو اگر استعارۃً رُوح کہا جائے تو ہمیں کسی قسم کا اعتراض وارد نہیں ہوسکتا۔ البتہ فارقلیط کے بارے میں انجیل کے یہ الفاظ کہ اُسے دنیا دیکھتی نہیں۔ اور نہ اُسے جانتی ہی عیسائیوں کو اس نتیجہ کی طرف لیجاتے ہیں کہ وہ انسان نہ ہو گا۔ بلکہ ایک رُوح جسے آنکھ دیکھ نہیں سکتی لیکن یہ دلیل بھی بہت کمزور ہے۔ کیونکہ اسی انجیل میں اسی قسم کے معاملات کے متعلق لکھا ہے کہ "وُے دیکھتے ہُوئے نہیں دیکھتے" (متی باب ۱۳ آیت ۱۳) "کہ وُے دیکھتے ہُوئے نہ دیکھیں" (لوقا باب ۸ آیت ۱۰) ان الفاظ سے ایک اور دلیل اس امر کی تائید میں ملتی ہے کہ فارقلیط رسُول عربی صلعم ہی ہیں۔ اور آپکی نسبت قرآن کریم میں بھی یہی الفاظ لکھے ہیں۔ وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُونَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ترجمہ۔ وہ تجھ کو ایسے دکھائی دیتے ہیں کہ (گویا) وہ تیری طرف (دیکھتے

ہوئے دیکھتے)

ہیں - حالانکہ وہ دیکھتے (بھالتے خاک بھی نہیں) +

انجیل میں موعودہ پارکلیط کا ایک اور وصف بھی بتلایا گیا ہے جو کہ عیسائیوں کے لئے ٹھوکر کا باعث ہوا ہے - لکھا ہے کہ وہ (فارقلیط) ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیگا اس سے یہ غلط خیال پیدا ہوا ہے کہ وہ یعنے پارقلیط غیر فانی ہوگا - لہٰذا وہ رُوح ہے - اور انسان نہیں - لیکن اِس قسم کا خیال رکھنا ہی ظاہر کرتا ہے کہ یہ لوگ انجیل سے بھی ناواقف ہیں - اس بارے میں خود جناب مسیح کے اپنے الفاظ اس غلط خیال کی تردید کیلئے کافی ہیں - وہ کہتے ہیں - کہ وہ (باپ) تمہیں ایک دوسرا فارقلیط دیگا - تاکہ وہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے - ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ فارقلیط ایسے طریق سے ہمیشہ رہیگا - جس طریق سے خود جناب مسیح نہیں رہ سکے - یعنے اسکے ہمیشہ رہنے سے رُوحانی زندگی ہی مراد نہیں - کیونکہ اس نکتۂ خیال سے تو جناب مسیح بھی خدا کے ساتھ شریک ہیں - اور جہاں تک کہ روح کا بلا لحاظ جسم تعلق ہے وہ خود اپنے لئے ہمیشہ کی زندگی کے دعویدار ہیں جیسا کہ ان کے اس کلام سے پایا جاتا ہے کہ "اگر انسان مجھ سے محبت کرے - اور میرے الفاظ کو پورا کرے - تو میرا باپ اس سے محبت کریگا - اور ہم دونوں اس کے پاس آئیں گے - اور اس کے ساتھ رہینگے - لیکن فارقلیط کا غیر فانی ہونا ان اُوپر کے الفاظ سے اِن معنوں میں پایا نہیں جاتا جنمیں جناب مسیح نے ظاہر کیا ہے - اس کا ہمیشہ زندہ رہنا رُوحانی معنوں میں نہیں - لہٰذا یہ استدلال کہ رُوح القدس غیر فانی ہے - اسلئے اسی کا نام فارقلیط بالکل بیہودہ ہے +

اصل بات تو یہ ہے کہ جب جناب مسیح نے اپنی زندگی کے بعد فارقلیط کی زندگی کے دَور کا ذکر کیا تو اس سے انکی مُراد اس زندگی سے تھی جو ان دونوں مقدس انسانوں کی تعلیم اور ان کے خلق اللہ پر رُوحانی اثر سے تعلق رکھتی ہے - یہ دیکھا گیا ہے کہ جب کبھی کوئی پیغمبر مبعوث ہوا ہے تو اسے دو قسم کے ہتھیار دئے گئے ہیں - ایک تو ضابطہ قوانین جس پر لوگوں کو چلایا جاتا ہے - اور دوسرا ذاتی مقناطیسی رُوحانی کشش جس کا نہایت عمدہ اور خوشگوار اثر ان لوگوں پر ہوتا ہے جو ان سے ملتے جلتے ہیں

ان دونوں باتوں کے لحاظ سے جناب مسیح کی زندگی کا تو خاتمہ ہوچکا ہے لیکن بالمقابل ان کے رسول عربی صلعم اس وقت تک زندہ ہیں اور ابدالآباد تک زندہ رہیں گے جناب مسیح دُنیا میں چند ایک قوانین لے کر آئے۔ اور انہیں رُوحانی طاقت بھی عطا کی گئی تھی۔ اور انہوں نے ان کے ذریعہ اپنی قوم میں ایک خاص وقت کے لئے بہت کچھ اصلاح بھی کی لیکن وہ قوانین جو اس زمانہ کے لوگوں کی حالت کے مطابق تھی۔ انسانی سوسائٹی کے ترقی اور تربیت پاجانے کی وجہ سے آہستہ آہستہ عملاً بے سُود ہوگئے۔ اور وہ رُوحانی طاقت جو قدیم زمانہ میں معجزنما تھی بے اثر ہوکر غائب ہوگئی۔ لہٰذا ایک دوسرے فارقلیط کی ضرورت محسُوس ہوئی۔ جو ایک ایسا مکمّل قانون لائے۔ جو کسی خاص قوم یا مُلک تک محدُود نہ ہو بلکہ تمام بنی نوع اس پر کاربند ہوسکے۔ اس دوسرے فارقلیط کی آمد کے وقت لوگوں نے اس درجہ تک ترقی کر رکھی تھی۔ کہ وہ اس تعلیم کو قبول کرسکتے تھے۔ جیسے جناب مسیح کے زمانہ کے یہودی سمجھ نہ سکے۔ یسوع مسیح ان لوگونکی ناقابلیّت کو دیکھ کر جن سے انکو سابقہ پڑا تھا خود نہایت صاف الفاظ میں اپنی تعلیم کی خامی کو تسلیم کرتے ہیں یہ کہہ کر کہ میں نے ابھی بہت باتیں تمہیں بتلانی ہیں لیکن تم میں اس وقت انکی برداشت نہیں †

رسول عربی صلعم کی بعثت کے وقت بہت حد تک قومیت کی تمام بندشیں اور قیود اُڑ چکی تھیں۔ اور انسانی نسل ایک مشترکہ باپ یعنے خدا کا ایک بڑا بھاری قبیلہ بن رہی تھی اسلئے یسوع مسیح کے موتی جو یہودیوں ہی کے لئے تھے۔ اس نئی حالت کی ضروریات پُورا کرنے میں قاصر رہے۔ اور جناب مسیح کے اُدھورے ضابطہ کی جگہ ایک مکمّل قانون کی تمام انسانوں کی رہنمائی کیلئے ضرورت پڑی پس حضرت محمد صلعم کو اس ضرورت کے پُورا کرنے کیلئے مبعوث کیا گیا جیسا کہ قرآن مجید میں لکھا ہے کہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ ترجمہ۔ آج ہم نے تمہارا مذہب کامل کردیا۔ اور اپنی نعمت تم پر تمام کردی اور اسلام کو تمہارے لئے مذہب پسند کیا۔ پھر دوسری جگہ اس قانون اور اسکے برکات سے برابر ہمیشہ کیلئے جاری رہنے کا بڑے پُرزور الفاظ میں یُوں ذکر دیا گیا۔ کہ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین (ترجمہ) ہم نے تجھے دُنیا جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے) اس لحاظ سے

جناب مسیح نے الحقیقت ابدالآباد تک قائم نہیں رہ سکتے۔ اسلئے ایک دوسرا فارقلیط رسُول عربی کی شکل میں ظاہر ہوُا۔ جو کہ ہمیشہ کے لئے ایک چشمۂ برکات ہے۔ کوہ فاران کی کی چوٹی پر سے اس روحانی آفتاب کو طلوع ہوُئے قریباً چودہ سو سال گزر گئے ہیں لیکن اسکی شعاعیں تا حال اسی طرح برابر روشن ہیں۔ وہ ایک دائمی تازہ چشمہ ہے جس سے ہمیشہ فیض جاری ہے۔ اسلامی تاریخ ان رُوحانی پہلوانوں کے روشن حالات سے پُر ہے جو وقتاً فوقتاً مسلمانوں میں پیدا ہوُئے۔ اور انہوں نے سوسائٹی کو مضبوط کیا۔ اور راستی اور تقوے کی حمایت کی۔ چنانچہ رسولِ کریمؐ کی ایک حدیث اسی کے متعلق یوُں ہے کہ مسلمانوں کیلئے ہر صدی کے سر پر اللہ تعالےٰ ایک شخص بھیجیگا۔ جو ان کا ایمان تازہ کیا کریگا۔ یہ پیشگوئی حرف بحرف سچی نکلی ہے۔ اور ایک بھی صدی ایسی نہیں گذری جسمیں خلق اللہ کو جگانیوالا شخص پیدا نہ ہوُا ہو۔ الغرض جناب مسیح نے انہیں معنوں میں کہا کہ فارقلیط ہمیشہ زندہ رہیگا۔ لیکن میں نہیں رہونگا۔ یوحنا کی انجیل میں اس فارقلیط کا ایک اور وصف بھی بیان کیا گیا ہے۔ یعنے یہ کہ وہ خود اپنی طرف سے کچھ نہ کہیگا۔ بلکہ جو وہ سُنیگا وہی بتلائیگا۔ یہ الفاظ بالکل صاف ہیں۔ انہیں کھینچ تان کر رُوح القدس کی طرف نہیں لیجا سکتے۔ کیونکہ وہ خود تثلیث کا تیسرا مجزو ہونے کی وجہ سے کم از کم ایک تہائی خدائی کا حصہ دار ہے لہذا یہ ہو نہیں سکتا کہ وہ اپنی اصلی حالت سے گر کر دوسرے سے باتیں سُن کر آگے پہنچائے بلکہ وہ تو خود اوروں کے پاس کلام بھیجتا ہے۔ تاکہ وہ دیگر انسانوں تک پہُنچائیں۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ فارقلیط سے مُراد ایسا انسان ہے جسے الہام ہو۔ اور جو خلق اللہ تک وہی پہنچائے۔ جو وحی اُس کے پاس لائے یا بالفاظ دیگر وہ جو کچھ خدا سے سُنے وہی بولے لیکن رُوح القدس تو خدا کا ایک جزو لاینفک ہے۔ اور علاوہ بریں اسکی تقریروں کا مجموعہ بھی ہم تک نہیں پہنچا پس ضروری ہے کہ فارقلیط وہی شخص ہو جو خدا سے ہمکلام ہو کر اسکی منشا لوگوں تک پہنچائے۔ یوحنا کی انجیل میں جس فارقلیط کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اس کا مصداق صرف ایک ہی شخص ہو سکتا ہے۔ اور اسکی تصدیق قرآن مجید کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے +

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ - إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ

ترجمہ - اور نہ اپنی خواہش نفسانی سے باتیں بناتے ہیں (بلکہ) یہ (قرآن جو پڑھ کر سناتے ہیں) وحی (آسمانی) ہے جو ان پر نازل ہوئی یعنے جو کچھ خدا آسے کہتا ہے وہ وہی کہتا ہے یہ وصف صرف رسول عربی ہی میں پایا جاتا ہے - اسمیں کوئی کلام نہیں کہ آپ سے پہلے بھی پیغمبر خدا سے ہمکلام ہو کر لوگوں کو وعظ کرتے رہے - لیکن بعض اوقات وہ رُوح القدس کے القا کے بغیر بھی بولا کرتے تھے - لیکن رسول کریمؐ سے ایک لمحہ بھر بھی روح القدس جُدا نہ رہتا تھا - اسلئے وہ ایک لفظ بھی خدا کی مرضی کے خلاف اپنی طرف سے نہ کہتے تھے - انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پاک گروہ میں ایک بھی ایسا نہیں جسے یہ دعوی ہو کہ وہ سب باتیں خدا ہی سے سُن کر کہتا ہے سواء رسول عربیؐ کے جس کے متعلق قرآن کریم کی تصدیق ہے لہٰذا وہی پار کلیط موعود ہیں +

اسی انجیل میں لکھا ہے کہ وہ فارقلیط میری تصدیق کریگا - لیکن کسی رُوح کا جناب مسیح کی تصدیق کے لئے بطور گواہ پیش ہونا سراسر ایک لغو بات ہے - ایسی شہادت انسانی ہی ہو سکتی ہے - روح القدس تو زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتا ہے - کہ وہ انسانوں کے دلوں میں کوئی خاص خیال پیدا کر دے لیکن تصدیق کرنا امر دیگر ہے - اگر بالفرض اسے تسلیم بھی کر لیا جائے - کہ رُوح القدس نے انسانوں میں ہو کر مسیح کی تصدیق کی تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا اس نے جناب مسیح کو ان تمام الزامات سے پاک ثابت کر دیا - جو ان پر لگائے جاتے ہیں - یہودی تو ان پر لعنتیں بھیجتے ہیں اور کہتے ہیں - کہ چونکہ انہوں نے صلیب پر جان دی - لہٰذا وہ لعنتی موت مرے - اور وہ اُن پر خدا کا بیٹا بننے کا بھی الزام لگاتے ہیں ہم پوچھتے ہیں کہ کیا عیسائیوں نے رُوح القدس سے الہام پا کر اس الزام کو ردّ کیا نہیں بلکہ برعکس اس کے انہوں نے جناب مسیح کا صلیب پر مرنا تسلیم کر کے یہودیوں کی مکروہ تجاویز و ارادوں میں مدد دی لیکن رسُول عربی صلعم ہی نے انجیل کی اس پیشگوئی کو پورا کیا - آپ ہی نے بڑے زور و شور سے خداوند کے کلام کے ان الفاظ کا چرچا کیا - کہ و مطھرک من الذین کفروا (ترجمہ) کافروں

(کی صحبت کی گندگی) سے تم کو پاک کریں گے + ان الزامات کو دُور کرنے میں رسول اکرمؐ کس حد تک کامیاب ہوئے۔ یہ اسبات سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر ایک مسلمان جناب مسیح کو اللہ تعالیٰ کا راستباز اور صادق بندہ اور رسول خیال کرتا ہے۔ جس پر عقیدہ رکھنا بھی اس کے ایمان کا ایک جزو ہے۔ جناب مسیح کی تصویر بُرے الفاظ میں اگر یہودیوں نے اپنی عداوت اور بغض کی وجہ سے کھینچی ہے تو عیسائیوں نے بھی حد سے زیادہ محبت اور شوق کے جنون میں اس تصویر کو کم بھیانک نہیں بنایا۔ مگر رسول کریمؐ نے ان کے پیغمبر ہونے کی شہادت دی۔ اور بتلایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اسکے پیارے تھے۔ اور آپؐ نے اس گند کو جو نصرانیوں اور یہودیوں کے افراط و تفریط سے جناب مسیح کے چاروں طرف جمع ہو گیا تھا صاف کر دیا۔ اور اس طرح آپؐ کے ذریعہ جناب مسیح کے الفاظ۔ کہ وہ میری تصدیق کریگا۔ پُورے ہوئے +

الغرض اِس پیشگوئی کے لفظ فارقلیط یا پیریکلیوط کا صحیح مصداق رسول عربی (صلعم) ہی ہیں۔ اول الذکر کے معنے احمد اور آخر الذکر کے محمد ہیں + فارقلیط کے اوصاف جو کہ یوحنّا کی انجیل میں دیئے گئے ہیں۔ سب کے سب رسول کریم صلعم میں پائے جاتے ہیں۔ آپؐ صدق و کذب میں تمیز کرنے کے لئے تشریف لائے۔ اسلئے وہ سچائی آپؐ نے ایک مکمل و جامع ضابطہ قوانین لاکر جناب مسیح کی اُس پیشگوئی کو پورا کیا جسمیں لکھا ہے۔ کہ "میری اور بہت سی باتیں ہیں۔ کہ میں تمہیں کہوں۔ پر اب تم انکی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنے روح حق آوے۔ تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتاویگی (یوحنّا باب ۱۶ آیت ۱۲۔۱۳)

رُوح القدس آپؐ سے کبھی بھی جدا نہ ہوتا تھا۔ اسلئے آپؐ اپنی طرف سے کچھ نہ فرماتے تھے۔ جو کچھ خدا آپؐ کو بتلاتا تھا۔ وہ لوگوں تک پہنچا دیا کرتے تھے۔ صرف آپؐ ہی نے جناب مسیح کے خلاف جھوٹے الزامات کی تردید کی۔ اور آپؐ ہی ان کے مصدق ٹھیرے + کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا جس نے یوحنّا کی انجیل کی پیشگوئی کی تمام شرائط کو پُورا کیا ہو سوائے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے۔ لہذا وہی فارقلیط کہلانے کا

حق رکھتے ہیں ۔ آپؐ ہی کی مبارک آمد کے بارے میں جناب مسیحؑ نے پیشگوئی کی اور آپؐ کے اوصاف صریح طور پر ظاہر کر دئے ۔ تا کہ ان کی (جناب مسیح کی) قوم آپؐ کو فوراً شناخت کر کے آپؐ سے وہ برکات حاصل کریں جو آپؐ کے ذریعہ خلق اللہ کو پہنچنے تھے ۔

اسلام اور اہل مغرب

از قلم جناب خالد شیلڈرک صاحب نو مسلم

اسلام کے متعلق مغربی لوگوں کی تصانیف سے بالعموم بعلمی اور جہالت ٹپکتی ہے ۔ خواندہ اور مہذب طبقے کے لوگ بھی اسلامی امور کے بارے میں گفتگو یا تحریر میں اپنی اس عدم واقفیت کا ثبوت دیتے ہیں ۔ یہ امر ان لوگوں کے لئے جو اہل مشرق کے رسم ورواج اور معتقدات کا علم رکھتے میں نہایت ہی تعجب انگیز ہے ۔ اس سلطنت میں جو اپنے اندر بیشمار قوموں اور مختلف مذاہب رکھتی ہو یہ دیکھنا موجب حیرانی ہے ۔ کہ لوگ عام طور پر رعیت کے حالات سے قریباً قریباً بالکل نا آشنا ہیں ۔ اور ان کا تمام غیر عیسائی قوموں کو کافر کہہ کر یاد کرنا نہایت نامناسب اور غیر موزوں ہے ۔ ان سب کے لئے جو انگریزی جھنڈے کے تلے رہتے ہیں ازبس ضروری ہے کہ وہ مذاہب جیسے اہم امور کو سمجھیں اور انہیں دیکھیں بھالیں ۔ اور خلق اللہ کے بہت بڑے حصے کے معتقدات کا کسی قدر صحیح علم حاصل کریں ۔ یورپ کے غیر عیسائی عناصر میں سے ایک یہودی بھی ہیں ۔ اور گو اُن کے عیسائی ہموطن ان کے ساتھ برتاؤ کرتے ہیں ۔ رواداری کا لحاظ رکھتے ہیں ۔ تاہم انہیں اجنبی ہی سمجھا جاتا ہے لیکن فلسطین میں یہودیوں کی قومی ریاست قائم کرنے کی تحریک جو حال میں ہو رہی ہے میری رائے میں ان کے اور مغرب والوں میں زیادہ تر معاشرت کے بنیادی پتھر کا کام دیگی ۔ اس وقت تو یہودی ۔ انگریزی ۔ فرانسیسی جرمن وغیرہ نسل کے بھی ہیں ۔ اور انکا مذہب یہودیت ہے ۔ جس ملک میں وہ بود و باش رکھتا ہے اسی کا وہ باشندہ خیال کیا جاتا ہے مگر فلسطین میں یہودی ریاست کے قیام پر یہودیوں کی موجودہ صورت

ہیں لقیناً تبدیلی واقعہ ہوگی - وہ پھر فلسطین کے باہر ہر ملک میں اجنبی ہی قرار دیا جائیگا اور وہاں اسکی موجودگی بار خاطر نظر آئیگی - اور اُسے طنزاً یہی کہا جائیگا - کہ جاؤ اپنے فلسطین میں چلے جاؤ - یہودیوں کی موجودہ حالت اور ان کے ساتھ رواداری کی تہ میں اُن کی دولتمندی ہے - کاروبار میں انکی سمجھ اور ذہانت کی وجہ سے انہیں یہ بات حاصل ہے لیکن اسبات کا ڈر ہے - کہ مبادا یہ سب کچھ بعض ناعاقبت اندیش طبقہ کے لوگونکی خواہشات اور تمنا کی بدولت جاتا نہ رہے مغرب لے یہودیوں کے اعتقادات کے متعلق اپنے آپ کو تکلیف میں نہیں ڈالتے - اور نہ اس کے مذہب کو مٹانا چاہتے ہیں - ہاں البتہ چند ایک ایسے بھی ہیں جو انجیل کا یہودیوں میں پھیلانا آمدنی کے لحاظ سے ایک مفید کام خیال کرتے ہیں یہودی بھی دوسروں کے مذہب کو تہ و بالا کرنا نہیں چاہتے - لہٰذا مذہبی دُنیا میں انہیں بے ضرر سمجھا جاتا ہے - ان کے تحمل و صبر قابل داد ہے - گو انہیں ہر وقت مارے جانے یا لُٹ جانے کا خطرہ رہا ہے - تاہم مغرب میں وہ اپنے تجارتی کاروبار میں لگے ہی رہے حتّٰے کہ ان کے ہم مذہبوں نے اُسی ملک میں جہاں انکی بودوباش تھی بڑے بڑے عہدے دربار میں حاصل کر لئے حتّٰے - ایک چنسلر - اور منسٹر اور مالی عہدہ دار بنے - ان پر ظلم و تعدی کا نتیجہ ان کا باہمی اتفاق ہوا - اور مصائب و تکالیف کے باعث انکی سمجھ اور عقل تیز ہوگئی - ہم میں سے بعض جو یہودیوں کے حالات سے بخوبی واقف ہیں - ان کے مستقبل کو خالی از خطرہ خیال نہیں کرتے - ممکن ہے کہ انکی اپنی حکومت قائم کرنے کی آرزو بر آنے پر وہ خطرہ سے نکل جائیں - یہ تو یہودیونکی حالت ہے جو مغربی ممالک کے باشندگان کے غیر عیسائی ہموطن ہیں - جنہوں نے ان سے عزت بھی کروائی اور ہمدردی بھی حاصل کی +

ہم اس جگہ دیگر غیر عیسائی عناصر کے متعلق قلم اٹھانا نہیں چاہتے - کیونکہ مضمون بہت ہی لمبا ہو جائیگا - ہاں البتہ صرف ایک عنصر کا ذکر کریں گے - جو مذہب کے لحاظ سے بہت بڑا ہے اور دنیا کے ہر ایک حصہ میں ترقی کر رہا ہے اور مشنری ہونے کی حیثیت سے عیسائیت کا سب سے بڑا دشمن ہے +

تاریخ کے ابتدائی حالت میں مصنف اور مؤرخ فرقہ لیوادری ہی تھے - اور جہانتک

تعلیم کا تعلق ہے سوسائٹی ہیں انہیں لوگوں کو مہذب اور شائستہ سمجھا جاتا تھا۔ یہ ایک امر واقعہ ہے جو ہمارے ذہن میں اس وقت موجود رہنا چاہیئے جبکہ ہم یورپ کی عیسائیت قبول کرنے کے متعلق غور کریں مسیحیت ایشیا کی طرف سے آئی اور ابتداء زمانہ میں یورپ کا اس کے پیش کرنے یا اسکی صورت بنانے میں کوئی دخل نہ تھا۔ گو اسکی شکل و صورت بعد میں کچھ کا کچھ ہی ہو گئی۔ شارلمین کا زمانہ غالباً سب کو یاد ہو گا۔ اس نے تمام ان لوگوں کو جنہوں نے عیسائیت میں داخل ہونے سے انکار کیا تہ تیغ کیا۔ اسی طرح ولڈیمر دی اسپیلر نے بھی باشندگان ماسکوی کو جبراً عیسائی بنایا اس قسم کی بہت سی ایسی مثالیں موجود ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے یوروپ کس طرح کُل کا کُل عیسائی ہؤا۔ جب تجارت کی راہیں کھلیں۔ اور لوگ سفر کرنے لگے۔ تو اہل یورپ اسلامی سلطنتوں کی تہذیب اور انکی تربیت وغیرہ کو دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ اور وہ اپنے ممالک میں کسی قدر حیران اور متردد ہو کر واپس آئے انہوں نے اسباب کو محسوس کیا۔ کہ ان میں اس مذہب کے متعلق صحیح صحیح باتیں ظاہر کرنیکی جرأت تھیں جس نے مشرق میں مسیحی کلیسا کی خرابیوں کو جڑھ سے اکھاڑ دیا۔ لہٰذا انہوں نے ان باتوں کو جو انکی دید اور شنید میں آئی تھیں نہایت غلط پیرایہ میں بیان کیا اور ان ہیچ بھر یادری مصنفوں نے اپنے مذہب کو فائدہ پہنچانے کے لئے کام لیا۔ بعد ازاں صلیبی جنگوں کی وجہ سے تمام دُنیا یورپ دلیرانہ وار کافروں کے خلاف اُٹھ کھڑی ہوئی لیکن عوام کالانعام کو جنہیں سی کچھ تو جنگوں میں شریک ہوئے۔ اور کچھ گھروں میں ٹھیرے۔ ان کافروں کے معتقدات رواجات اور اخلاق کو کوئی صحیح علم نہ تھا۔ اس زمانہ کے بعض مصنفوں نے ایک بُت کا ذکر اپنی تحریروں میں کیا ہے جسکا نام انہوں نے محمتد بتلایا ہے۔ اور جس کے متعلق انہوں نے لوگوں کو یہ یقین دلانے کی کوشش کی ہے کہ اہل عرب اسی کی پرستش کرتے ہیں۔ اس کے بعد ایک زمانہ آیا جبکہ مسلمانوں کو ایک جھوٹے نبی (نعوذ باللہ) کے پیرو سمجھا گیا۔ اسکی مانہ کا اثر اس وقت تک موجود ہے چنانچہ لوگ مسلمانوں کو اب بھی بے دین اور بُت پرست خیال کرتے ہیں عیسائیت پر یوروپ کا اسقدر رنگ چڑھ گیا ہے کہ اب یوروپ والوں کو مسیح یہودی۔ اور ایشیائی تسلیم کرنا نہایت گراں معلوم ہوتا ہے۔ اس امر کا ثبوت آسانی سے

ملسکتا ہے مثلاً صنعت و حرفت ہی کو دیکھو مسیح کی تصویریں جو ہماری نظر سے گذرتی ہیں وہ صاف بتلاتی ہیں کہ ان کو یوروپین خیال کیا جاتا ہے انکے خط و خال اور انکی سفید رنگت کا تصاویروں میں دکھلانا اس امر کی کافی دلیل ہے۔ انکی تصویر بنانے میں اصل واقعات کو نظر انداز کرکے انہیں ایسے رنگ اور لباس میں دکھلایا جاتا ہے جو یوروپین نکتہ خیال سے ایسے متبرک انسان کا ہونا چاہئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے عیسائی مصنفوں نے دوسرے مذاہب کی مذمت کرکے اپنے مذہب کی تعریف شروع کردی۔ اور جب یوروپ میں تعلیم پھیلی۔ اور پادری مصنفوں کی جگہ دیگر مصنفین نے لیلی تب بھی اسلام اور دیگر مذاہب کو برا بھلا کہنے میں کمی واقعہ نہ ہوئی۔ ہر ایک عیسائی مشنری نے کچھ نہ کچھ اس بُرے کام میں حصہ لیا۔ اور اس طرح عوام الناس کے دلوں پر اسلام کے برخلاف غلط خیالات منقش کردیئے۔ اس زمانہ میں بھی یہ لوگ واقعات کو بگاڑ کر اسلام کو گالیاں دے رہے ہیں۔ اور اسی لئے مغرب میں ہر جگہ اسلام کے متعلق صد درجہ کی ناواقفیت اور جہالت نظر آتی ہے +

بعض لوگوں نے میرے پاس شکایت کی ہے کہ میں اپنی تحریروں اور تقریروں میں بہت سختی سے کام لیتا ہوں۔ اور میں عیسائیت پر نہایت آزادی سے اور کھلے طور پر حملے کرتا ہوں۔ جس سے ممکن ہے کہ لوگوں کا دل دکھے لیکن میں اس بارے میں کسی قسم کی معذرت پیش نہیں کرتا۔ کیونکہ میرا دل کہتا ہے۔ کہ جہانتک مجھ میں طاقت ہے سب سے پہلے اس بدظنی کو دُور کردوں۔ جو کئی صدیوں میں صداقت اور راستی کو دیدہ و دانستہ بگاڑ کر اور پوشیدہ رکھ کر پیدا کی گئی ہے۔ میں بغیر سوچے سمجھے نکتہ چینی نہیں کرتا میں ان واقعات صحیحہ پر جو میرے پاس موجود ہیں چلتا ہوں۔ بے تکی تحریروں اور بیجا حملوں کا میں قائل نہیں۔ اور اسلام اس قسم کی تعلیم بھی نہیں دیتا لیکن مجھ سے چپ بیٹھا بھی نہیں جاتا اگر میں اسلام پر جو مجھے بہت پیارا ہے حملے ہوتے ہوئے دیکھوں۔ میں اسکی حمایت ضرور کرونگا۔ اور ضرورت پڑے تو دشمن کے گھر پر وار کرونگا۔ میں خوب جانتا ہوں کہ لوگوں کو غور و فکر اور مطالعہ کرنے کی عادت ڈالنے کے لئے ضروری ہے کہ انکی کمزوریوں اور اُن کے

غلط استدلالوں کو طمنت از بام کیا جائے ۔ اور تب ہی کچھ کامیابی ہوسکتی ہے جبکہ لوگوں کے خیالات صحیح راہ پر چلیں ۔ اور وہ خود اصل واقعات کا مطالعہ کریں ۔ اس دنیا میں جہالت اور کم علمی ہی بہت حد تک تکالیف کا موجب ہے ۔ اور ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم تاریکی کے اس پردہ کو پاش پاش کردیں ۔ اور مغرب والوں کو اس کے متعلق صحیح باتیں بتلائیں اور ان پر ظاہر کردیں کہ یہ مذہب انسانی نسل کیلئے آیا ۔ اور کسی خاص ملک اور براعظم سے وابستہ نہیں ہم سے ہر ایک کو اسمیں حصہ لینا چاہئے ۔ اور ہمیں اپنے اندر محسوس کرنا چاہئے کہ ہم مغرب میں اسلام کے پہنچانے والے اور اس کا چرچا کرنے والے ہیں ۔ لوگ ہم پر مضحکہ اڑائیں گے ۔ ہم پر طرح طرح کے اشتباہ ہونگے ۔ اور جن کے اندر مذہبی جنون ہے وہ ہمیں کافر کہیں گے ۔ اور جو کسی قدر رواداری اپنے اندر رکھتے ہیں وہ ہمیں Cranks کا خطاب دیں گے ۔ لیکن کم از کم انگلستان کے ان بیٹے الوں پر جو مسلمان ہو چکے ہیں یا ہونگے ۔ اجنبی ہونے کا دھبہ نہیں لگایا جاسکتا ۔ اور اس انگلستانی مسلمان غیر عیسائی لوگوں پر جو غیر ممالک سے آئے ہیں فوقیت رکھتے ہیں ۔ اصل جنگ تو یہ ہے کہ ہم عوام کو ذہن نشین کردیں کہ حُبُّ الوطنی کی آزمائش اسباب سے نہیں کہ یورپینی عیسائیت کے سوا کسی اور مذہب کو قبول نہ کیا جائے ۔ اور انہیں سمجھایا جائے ۔ کہ مسیح سفید رنگ کے یوروپین نہ تھے بلکہ وہ ایشیا کے رہنے والے تھے ۔ اور پھر انہیں وہ صحیح تعلیم جو مسیح نے دی بتلا کر موجودہ کلیسیا کی تعلیم کا مقابلہ کیا جائے ۔

لیکن ہم بحث سے نہیں گھبراتے ہم تو واقعات پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں اور ہماری غرض ہے کہ تمام مسائل دلائل سے منوائے جائیں ۔ اسلام ہی کے ساتھ تمام دنیا کی امید بندھی ہوئی ہے ۔ اس سے خلق اللہ کے لئے امن و آسائش اور دکھیوں کو تسکین ملتی ہے ۔ اور وہ لوگ بھی جو موجودہ علم آلہیات کے پیچوں میں خدا کی ہستی سے محروم ہو جاتے ہیں کمر ہمت باندھ لیتے ہیں ۔ اسلام ہی میں اصل جمہوریت ہے کیونکہ یہ جماعتوں کے دلسوز امتیاز کو اڑاتا ہے ۔ اور قومیت و رنگ کے اختلاف کو اکھاڑتا ہے

یہ عملاً اخوت کی تعلیم دیتا ہے۔ اور یہ امر واقعہ ہے کسی قسم کی پادریانہ لفاظی نہیں بلکہ روزمرّہ زندگی کے حالات اس پر شاہد ہیں۔ یہ مذہب فطرت کے عین مطابق ہے اسمیں کوئی ایسا امر نہیں جس سے انسان دور رہنا چاہے۔ اسمیں زندگی بسر کرنے کا ایک ضابطہ ہے جس کے مطابق انسان چل سکتا ہے۔ اس کی اعلیٰ تعلیم دیکھ کر دل میں کام کرنے کا جوش پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ تمام عالم کی ضروریات کے بالکل مطابق ہے۔ ان تمام اصحاب سے جو نئے خیال میں غوطہ زن ہیں۔ اور جو پرانے علم الٰہیات کے دائرہ سے باہر بھی اپنے غور و فکر کو لیجاتے ہیں۔ اور ان لوگوں سے بھی جو صداقت کے متلاشی ہیں یا جو ابھی متردد ہیں میں التجا کرتا ہوں کہ وہ تعصب اور جنبہ داری سے بالکل الگ ہو کر اسلام کا مطالعہ کریں۔ اور اس تمام سوال کے تمام پہلوؤں کو مکمل طور پر دیکھیں اور اپنی عقل و دانش سے خوب کام لیں۔ اگر وہ ایسا کریں گے۔ تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اسلام سے ہرگز منہ نہ موڑیں گے +

عام مسلمانوں سے بھی میری ایک التجا ہے کہ وہ مغرب میں اسلام پھیلانے کیلئے کوئی بھی دقیقہ اٹھا نہ رکھیں۔ انہیں یاد رکھنا چاہئے ہمارے بزرگوں نے جو مسلمان تھے۔ اور دُور دراز ممالک میں اسلامی جھنڈا گاڑا۔ انہوں نے بڑے صبر و تحمل سے تمام تکالیف و مصائب کو جھیلا اور ہم اس کے ساتھ کسی قسم کی نسبت قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ اور اگر ہم انکی لائق اولاد کہلانا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی ذمہ داریوں سے کنارہ کشی نہ کرنا چاہئے۔ ووکنگ میں ایک مسجد ہے جہاں کہ چند ایک جوانمرد اسلام کے لئے جان لڑا رہے ہیں۔ تو کیا تم اُن کی مدد کیلئے نہیں اٹھ سکتا ہم میں سے ایک شخص کو جو اسلامی جھنڈے کے نیچے ہے معلوم ہونا چاہئے۔ کہ اب جنگ صدق و کذب اور روشنی و تاریکی کے درمیان ہے لہٰذا تم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ مغرب میں اسلام کے لئے کسی نہ کسی رنگ میں امداد دے۔ اسلام کا بیج تو بویا جا رہا ہے۔ اور ہمیں اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم پر کامل بھروسہ ہے کہ فصل نہایت عمدہ ہوگا +

ملفوظات حضرت خواجہ صاحب

بعث بعد الموت

(قیامت ذاتی احساس جوہر کا قیام دائمی اور روحانیت وغیرہ)

(بہ تسلسل رسالہ فروری سنہ ۱۹۲۱ء صفحہ ۹۲)

ہر ایک مذہب میں موت کے بعد حیات پر اعتقاد رکھنا بھی جزو ایمان سمجھا جاتا ہے اس سے انسان کی روش اور اس کے چال وچلن پر نہایت ہی عمدہ اثر پڑتا ہے۔ یہ ایک شکستہ دل کے لئے موجب تسلی واطمینان ہے۔ اور مصیبت زدہ بھی اسکے باعث بیحد خوشی حاصل کر سکتا ہے خصوصاً جبکہ وہ بظاہر کسی ناکردہ گناہ کی وجہ سے دکھ میں مبتلا ہو جائے۔ اس عقیدہ سے شرارت۔ بدمعاشی اور ظلم کی ان حالات میں بھی جبکہ ان کے افشا ہو جانے کی بہت ہی کم امید ہو بڑی اچھی طرح سے روک تھام ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر یہ عقیدہ ہو کہ موت کے بعد کسی قسم کی پرسش نہیں تو انسان کے اندر اسکی ذمہ داری کا احساس فطرتاً کمزور ہو جائیگا۔ اور اخلاق حسنہ دنیا سے آہستہ آہستہ مفقود ہو کر ایک اعلےٰ درجہ کا ذریعہ یا محض مصلحت کا رنگ اختیار کرلیگا۔ تاکہ اسکی بدولت زندگی امن وآرام سے کاٹی جائے۔ اور پھر نیکی من وجہ نیکی کے لئے کسی قسم کی تحریص وترغیب نہ رہیگی۔ اور اگر کسی شخص کا شرارت وبدی کرنے سے کوئی کام نکلتا ہے تو وہ اس سے نہیں رکیگا۔ بشرطیکہ لوگوں کی ملامت وطعن وتشنیع سے بچنے کا وہ انتظام کرلے۔ مگر جو کچھ میں نے اوپر کہا ہے۔ وہ شاید ایک منکر قیامت (متشکک) کے نزدیک قبر کے بعد بھی زندگی کے سلسلہ کے جاری رہنے کے بارہ میں کافی وشافی دلیل نہ ہو۔ اور وہ اسے ایک بودہ استدلال خیال کر سکتا ہے +

عالمان علوم دین نے بھی مسئلہ حیات بعد الموت کو ہمیشہ نہایت ہی دقیق اور مشکل پایا جاتا ہے۔ اور انہیں منکران قیامت نے وقتاً فوقتاً اسبارے میں خوب تنگ کیا ہے۔ جناب مسیح کا مقابلہ بھی صدوقیوں نے اسی مسئلہ پر کیا۔ انہوں نے اپنے

اُستادوں نے اس کا حل چاہا جس نے جواب میں انہیں کہا کہ اگر حیات بعد موت نہیں تو پھر وہ اپنے خدا کو ابراہیمؑ اور موسٰیؑ کا خدا کیوں کہتے ہیں۔ جناب مسیح کے اس استدلال سے صدوقیوں نے اپنے بزرگوں کی حیات بعد الممات پر اعتقاد کا اظہار کیا لیکن ناصرہ کے اس شریف فلاسفر کی منطق کسی قدر بودی تھی۔ اس پر غالباً اس زمانہ کے استدلال پسندوں کا اطمینان ہوگیا ہو لیکن آجکل کے صدوقی جناب مسیح کے استدلال میں منطقی مغالطہ کو فوراً تاڑ جائیں گے۔ کیونکہ انہوں نے اپنا استدلال ایک ایسے امر سے شروع کیا جو خود محتاج ثبوت تھا یعنے یہ کہ صدوقی اگر اپنے خدا کو ابراہیم کا خدا کہتے ہیں تو ان کا اپنے بزرگوں کے موت کے بعد جی اُٹھنے پر ایمان ہے۔

اگرچہ اعتقاد زیر بحث پر ہر ایک مذہب کا دارومدار ہے لیکن اسلام سے پہلے زمانہ کی تمام کتب مقدسہ اس کا ثبوت پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ مسئلہ قیامت کے بارے میں اور انسان کے جسم کا فنا ہونے کے بعد بھی اپنے احساس یا جوہر ذاتی کے برابر قائم رکھنے کے متعلق کسی مستحکم اور اطمینان بخش دلائل کی تلاش میں بائیبل کی ورق گردانی کرنا یا وید اور زرتشتی صحائف کا مطالعہ کرنا گویا محنت و وقت کا ضائع کرنا ہے۔ اور یہی خامئے استدلال یورپ میں مادہ پرستی کا بالخصوص ذمہ وار ہے۔ اور اسی نے ہر ایک ایسے شخص کے دل میں جس پر یوروپ کے تمدن نے اثر کر رکھا ہے ملحدانہ خیالات پیدا کر رکھے ہیں۔ میں اس امر کے ثبوت میں کافی دلائل پیش کر سکتا ہوں کہ موجودہ آگ جسمیں تمام دُنیا کود رہی ہے گذشتہ جنگ میں حصہ لینے والوں نے حق اور صداقت کی حمایت میں نہیں جلائی۔ بلکہ یہ ایک نتیجہ ہے اقوام یورپ کی اس حرص و آز کا جو ان کے حیات بعد الممات سے انکار کے باعث بہت تیز ہو رہی ہے۔ اس قسم کی بد عتقادی کا پیدا ہونا کوئی انوکھی بات نہیں جبکہ استدلال کے سامنے مسیحی علم الٰہیات اپنی خامی اور کمزوری کا ثبوت دے چکا ہو۔ لیکن یہ مضمون غیر متعلق معلوم ہوتا ہے۔ اس پر بحث کرنے سے میں اپنے اصل مطلب سے بہت دُور چلا جاؤنگا۔

مگر علم الارواح اس زمانہ میں مادہ پرستی کے مقابلہ کے لئے پیدا ہوگیا ہے

کہا جاتا ہے کہ مُردہ لوگوں کے ارواح کو اِس نئے عقیدے والوں نے نہ صرف بلایا ہے بلکہ ان سے گفتگو بھی کی ہے ۔ اسکی ہافق سائنس کے لاج اور کونن ڈویل جیسے درخشندہ ستاروں نے بھی تصدیق کی ہے ۔ ماہران علم الارواح میں سے بعض میرے گہرے دوست ایسے بھی ہیں جنہیں ارواح کے متعلق ذاتی تجربہ ہے اور میں اس بارے میں انکی راستبازی پر ذرہ بھر بھی شک نہیں کر سکتا ۔ قطع نظر اسکے ہمارے مسلمان بزرگوں اور صوفیوں کے لئے اس قسم کے تجربات کوئی نرالی چیز نہیں جسطرح مغرب میں کلیسیا نے راجر بیکن کے زمانہ کی تحقیقات دربارہ سائنس یعنے علم طبعیات کو جادو یا شیطانی کام قرار دیا تھا اسی طرح وہ اب بھی علم الارواح پر اسی قسم کا فتویٰ جاری کر سکتا ہے لیکن اسلام کو اس علم پر جرح و قدح کرنے یا شک لانے کی بالکل ضرورت نہیں قدیم زمانہ ہی سے اسلام نے اس مضمون پر بے شمار کتابیں لکھی ہیں لیکن میں یہ بھی مانتا ہوں کہ اس قسم کے تجربات چونکہ خاص خاص لوگوں کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے موت کے بعد حیات پر ایمان لانے کے لئے کسی دوسرے کے لئے محکم دلیل نہیں ہو سکتے +

ایک منکر تو سیر چولسٹ (عالم علم الارواح) کے اس قصہ کے متعلق یہ کہہ سکتا ہے کہ جو کچھ اس نے اپنے خیال کے مطابق دیکھا وہ صحیح ہے لیکن یہ سب کچھ قوت واہمہ کی کارستانی ہے ۔ اور دماغ کو اس میں دھوکہ لگا ہے پھر ان لوگوں کے لئے ہے جن کے پاس قبر کے بعد کی دنیا کے ارواح آتے جاتے ہیں ۔ ایک اور بھی دقت ہے یعنے انہیں وہ تمام باتیں یاد نہیں رہتیں جو وہ اپنی رُوحانی تجارب میں دیکھتے ہیں ۔ اسلئے ان کا دعویٰ بھی بہت کمزور پڑ جاتا ہے علاوہ بریں سپر چولزم کا نام لیکر لوگوں نے بدقسمتی سے دغا اور لوٹ ہی کا کام لینا شروع کر دیا ہے ۔ اگرچہ میرے نزدیک اس مادہ پرستی کے زمانہ میں ایسے اعتقاد کا رواج پا جانا نہایت ہی زیبا اور مناسب ہے ۔ مگر حیات بعد ممات کو ہم اس علم کے رُو سے مستقل طور پر ثابت نہیں کر سکتے ۔ اسکی وہی حیثیت اب ہے ۔ جو قدیم زمانہ میں معجزوں کی تھی ۔ کیونکہ معجزات سے بعض اشخاص کی جن کے مشاہدہ میں وہ آتے تھے ۔ تسکین ہو جایا کرتی

تھی لیکن زمانۂ مابعد میں انہیں قصۂ ماضی تصور کیا جاتا رہا۔ اور عام لوگ انہیں تسلیم نہ کر سکے +

اِس قسم کے اعتقادات کی بُنیاد جو مذہب کے اصل اصول ہوں عقل کی محکم چٹان پر رکھی جانی چاہیئے۔ ضروری نہیں کہ ان کا تعلق ہمارے حواس ظاہری ہی سے ہو خصوصاً اس حالت میں جبکہ وہ امور جن کا ہمنے ثبوت دینا ہے ہماری معمولی سمجھ سے باہر ہوں۔ استدلال بالنظائر ایک مفید چیز ہے۔ لیکن یہ کوئی زبردست منطق نہیں۔ اور اس سے اکثر مغالطہ ہوجایا کرتا ہے۔ البتہ مظاہرات قدرت میں ایک قسم کے مشاہدات کے ثبوت میں دوسری قسم کے مشاہدات کو ہم پیش کرسکتے ہیں۔ لیکن یہ بھی اسی حالت میں جبکہ ان ہر دو اقسام کی بُنیاد ایک ہی اصول پر قائم ہو۔ اور ہم دیکھتے ہیں۔ کہ علم سائنس کا بہت سا حصہ ہم تک اسی اصول کے ماتحت پہنچا ہے +

ایک مسئلہ کو قیامت کا سوال تو نہیں البتہ اس دنیا سے رُخصت ہونے کے بعد بھی ہر ایک شخص کے ذاتی جوہر و احساس کے قیام دائمی کا مسئلہ ضرور چونکا دیتا ہے اگر پیدائش۔ موت اور قیامت سے مراد اُن عناصر و اجزا کا باہم ملنا۔ پھر انکا منتشر ہونا اور پھر باہم ملنا ہی ہے جن سے قانون قدرت کے ماتحت مختلف اجسام اپنی ہستی اختیار کرتے ہیں۔ تو معاملہ بالکل صاف ہوجاتا ہے۔ کیونکہ ہم ہر سال روزمرہ نباتات میں اس عمل کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ موسم خزاں میں موت تمام درختوں پر وارد ہوتی ہے لیکن اسکے بعد بہار میں وہ پھر از سر نو زندہ ہوجاتے ہیں! اور سائنسدان کی گہری نظر تو یہ بھی بتلا سکتی ہے کہ بہار کے موسم میں (یعنے اسکی قیامت کے وقت) ہر ایک درخت میں اس کے خواص بتمامہ موجود ہوتے ہیں۔ خزاں میں درختوں کے تمام پتے پھول اور پھل جھڑ جاتے ہیں۔ اور وہ معہ ان تمام عناصر کے جن سے وہ ترکیب پاتے ہیں علیحدہ علیحدہ ہوکر اس دُنیا کے دیگر ذرات و عناصر کے ساتھ نہایت بے ترتیبی سے ملجاتے ہیں۔ اور خشک و مُردہ تنے اگرچہ وہ اُسی مادہ کے بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ جو گذشتہ بہار میں انکی پرورش کرتا تھا۔ اب اس سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتے کیونکہ

اب ان میں اس وقت مادۂ حیات موجود نہیں ۔ لیکن موسم بہار اپنے ساتھ بارش لاتا ہے اور آسمان کا پانی نباتات کے ہر رگ و ریشہ میں نئی زندگی بھر دیتا ہے ۔ اور تمام عناصر جن سے ہر ایک درخت ترکیب پاتا ہے پھر اسمیں گھس جاتے ہیں ۔ اور بہار کی ہوا بارش اور سورج سے مدد پاکر ان میں از سر نو جان ڈال دیتے ہیں ۔ اس طرح تمام مُردہ نظارہ قدرت پھر جی اُٹھتا ہے ۔ اور ہر ایک درخت کی ذات میں اس کا اپنا ہی خاصہ آموجود ہوتا ہے خدا کی آخری کتاب نے بھی جو انسان پر اسلئے اُتاری گئی کہ اُسے تمام مذہبی صداقتوں کا علم و ایمان و دلائل سے دے مسئلہ قیامت کے متعلق ذکر کرتے ہوئے موسم بہار کے اس نظارہ کا ذکر آیات ذیل میں کیا ہے :-

ق ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۝ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَاۗءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ۝ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ۝ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ۝ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاۗءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ۝ اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَاۗءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ۝ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ۝ تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۝ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ ۝ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ۝ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۭ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ +

ترجمہ ۔ ق (اے پیغمبر) قرآن مجید کی قسم (کہ تم ہمارے بھیجے ہوئے پیغمبر ہو ۔ مگر ان کافروں کو (اس سے) تعجب ہوا ۔ کہ ان ہی میں کا ایک ڈر سنانے والا ان کے پاس (پیغمبر بنکر) آیا تو (کافر لگے کہنے کہ یہ تو (ایک عجیب بات ہے ۔ کیا جب ہم مر جائیں گے اور (گل سڑ کر) مٹی ہو جائیں گے (تو ہم کو قیامت میں دوبارہ جلا اُٹھایا جائیگا یہ دوبارہ زندہ ہونا تو بالکل بعید (از قیاس) ہے ۔ مردوں کے جن اجزا کو مٹی کھاتی اور کم کرتی ہے ہم کو تو معلوم ہی ہیں (پھر جب چاہیں گے ان کو جمع کر لیں گے) اور

ہمارے پاس کتاب (لوح محفوظ) (بھی موجود) ہے (اور اسمیں ذرہ ذرہ لکھا ہوا ہے) مگر ان لوگونکو ایک حق بات پہنچی اور (پہنچنے کے ساتھ ضد سے بے سوچے سمجھے) اسکو جھٹلا دیا تو وہ ایسی بات میں (الجھ رہے) ہیں جس کو قرار نہیں۔ کیا ان لوگوں نے اپنے اُوپر آسمان کی طرف (نظر بھر کر) نہیں دیکھا۔ کہ ہم نے اسکو کیسا بنایا اور (ستاروں سے) اسکو سجایا اور اسمیں کہیں درز کا نام نہیں۔ اور زمین کو ہم نے پھیلایا۔ اور اس کے اندر بھاری بوجھل پہاڑ بنا دیئے۔ اور سب طرح کی خوشنما چیزیں اسمیں اُگائیں۔ تاکہ جتنے بندے (ہماری طرف رجوع لانیوالے ہیں (وہ ہماری قدرت کا تماشا) دیکھیں۔ اور عبرت پکڑیں۔ اور ہم نے آسمان سے برکت کا پانی اتارا اور (اپنے) بندوں کو روزی دینے کے لئے اس (پانی) کے ذریعے سے باغ اُگائے۔ اور کھیتی کا اناج اور لمبی لمبی کھجوریں جن کی کیلیں خوب گھتی ہوئی ہیں۔ اور نیز ہم نے مینہ کے ذریعے سے مری ہوئی (یعنی پڑتی پڑی ہوئی) بستی کو جلا اُٹھایا۔ اِسی طرح قیامت کے دن لوگونکو قبروں سے نکلنا ہوگا۔ سورہ ق آیت ۱ تا ۱۰

جو چیز کہ جامہ ہستی پہنتی ہے وہ کبھی نیست و نابود نہیں ہوتی۔ تاوقتیکہ دنیا ہی نابود نہ ہو جائے۔ اس کے اندر بعض ایسے خواص مخفی ہوتے ہیں۔ جن کا ایک یا زیادہ صورتوں یا حالتوں میں سے گذر کر تکمیل تک پہنچنا نہایت ہی ضروری ہے۔ اسکی ایک حالت سے دوسری حالت میں جانے کا نام موت ہے لیکن اس تبدیلی اور تغیر صورت میں بھی ہر ایک چیز اپنی ذاتی احساس و جوہر کو تکمیل کیحالت تک قائم رکھتی ہے۔ اس ترقی کے دور میں جب کوئی شئے تکمیل کی کسی خاص حد تک پہنچتی ہے تو اس سے وہ تمام معاونین جن سے اسکی ہستی کا اس حالت میں قیام تھا آہستہ آہستہ غائب ہونے لگتے ہیں۔ یعنے ان پر موت آجاتی ہے۔ اور وہ نظر سے غائب ہو جاتے ہیں لیکن وہ کبھی بھی نیست و نابود نہیں ہوتے۔ بلکہ وہ ایک نئی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ جو مقدار میں اس قدر قلیل ہوتی ہے۔ کہ ظاہری انسانی حواس انہیں معلوم نہیں کر سکتے اور کچھ عرصہ کے لئے ان کی قوت معطل رہتی ہے۔ اس زمانہ کا نام اسلامی علم الٰہیات میں برزخ ہے یعنے موت اور قیامت کا درمیانی زمانہ۔ مگر اس کے بعد وہ پھر بہترین حالات کے

رکھے جا کر زیادہ ترترقی کے لئے پھر اُٹھیں گے ۔

اب موت کے بعد ہماری ذاتی جوہر و احساس کے محفوظ رہنے کے سوال کو آپ علیحدہ رہنے دیجئے مگر اپنے اعمال و حرکات کو ہی لیجئے ہم دیکھتے ہیں ۔ کہ یہ اعمال و حرکات اپنے ظہور کے بعد گو ہمیں نظر نہیں آتے مگر وہ صحیفہ قدرت پر برابر منقوش رہتے ہیں ۔ اور جب کبھی ہمیں ان کی ضرورت ہو وہ ہمارے سامنے آ سکتے ہیں ۔ یہ ہمارے روزمرہ مشاہدہ کی بات ہے ۔ مثلاً اگر انگلستان میں کوئی گویا عورت گاتے تو پیرس میں اسکی سُریلی آواز ریکارڈ میں محفوظ کیجاتی ہے ۔ اور ہم اُسے شہر برلن میں سُنتے ہیں ۔ یہ سب کچھ بالکل ناممکن ہوتا ۔ اگر پیرس والوں کے ریکارڈ ایجاد ہونے سے پیشتر قدرت کے بڑے ریکارڈ پر اسکی آواز کا نقش موجود نہ ہوتا ۔ اسی طرح بغیر تار کے پیغام رسانی بھی ایک امر محال ہوتا ۔ اگر ہر ایک آواز کے جو مُنہ سے نکلتی ہے ہمیشہ کے لئے محفوظ رکھنے کا انتظام قدرت نے نہ کیا ہوتا پھر سینما کی (بغیر آواز کے حرکت کرنیوالی) تصاویر نے یہ ثابت کر دیا ہے ۔ کہ ہماری حرکات بھی قدرت کے تختۂ قرطاس پر محفوظ رہتی ہیں ۔ اور وہ ہمارے رُوبرُو جب چاہیں ہمارے چال و چلن کے متعلق بطور گواہ پیش ہو سکتی ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ہم ادا کرتے ہیں ۔ اور اسی ہی کی تقدیس کرتے ہیں کہ اب آخرش سائنس نے بھی ان قرآنی صداقتوں پر صاد کر دیا ہے جن پر ابھی کل ہی جاہل عیسائی مشنری مضحکہ اڑاتے تھے ۔ چنانچہ قرآن مجید قیامت کے دن لوگوں کے اعمال کے بارے میں پُرسش پر زور دیتے ہوئے آیات ذیل میں یوں کہتا ہے کہ :۔

الیوم نختم علیٰ افواھھم وتکلمنا ایدیھم وتشھد ارجلھم بما کانوا یکسبون ۝ ترجمہ ۔ آج ہم ان کے مُونہوں پر مُہر لگا دیں گے (اور یہ بات کرتے نہیں پائیں گے) اور جیسی کرتوت یہ لوگ کر رہے تھے ۔ ان کے ہاتھ ہم کو بتا دینگے اور ان کے پاؤں (بھی) گواہی دیں گے (سورہ ۳۶ (یٰسین) رکوع ۵ آیت ۶۵) +

اِس بات کے ثبوت میں کہ ہر ایک شئے اپنی موجودہ ظاہری لباس کے کھودینے پر بھی اپنی اصلیت یا ذاتی احساس کو برابر قائم رکھتی ہے ۔ قرآن مجید نے ایک نہایت دلچسپ نظارہ قدرت کی طرف جسے حال ہی میں سائنس دانوں نے دریافت کیا ہے ہماری

توجہ پھیر دی ہے یعنے یہ کہ آگ جو لکڑی کے جلانے سے پیدا ہوتی ہے وہ اپنے جلنے کی خاصیت لکڑی سے حاصل نہیں کرتی یا بالفاظ دیگر لکڑی اسکی جڑھ یا ماں نہیں ابتدا میں آگ بشکل دھوپ آفتاب میں سے نکلی - اس دھوپ پر اس ہائیڈروجن اور کاربن کا غلاف چڑھا جو اسی کے ذریعہ پانی اور کاربانک السیڈ گیس سے جدا ہوئیں - پھر ان تینوں کے ملاپ نے درخت کی شکل اختیار کی - اسی وجہ سے سائنسدانوں نے درخت کا نام بوتل میں بندشدہ دھوپ رکھا ہے - جسے ہم آگ کا جلنا کہتے ہیں - یہ صرف اس عمل کا نام ہے جس سے ہم آگ کو اس کے دیگر اجزا یعنے ہائیڈروجن اور کاربن سے علیحدہ کرتے ہیں - اس عمل کے بعد بھی ہم دیکھتے ہیں کہ نہ صرف آگ ہی نے اپنی اصلیت وجوہر کو برابر قائم رکھا ہے - بلکہ دیگر اجزا نے بھی اور جس طرح دو اور دو چار ہونے میں کوئی شک نہیں ہو سکتا - اسی طرح ان کے اصلی جوہر اور مقدار کے برابر قائم رہنے میں کوئی شبہ پیدا نہیں ہوسکتا - مثلاً ہم ایک خاص مقدار پانی کی لیتے ہیں جسمیں ہائیڈروجن دو جزو اور آکسیجن ایک جزو ہے - اسی طرح ایک خاص مقدار کاربانک ایسڈ گیس میں کاربن ایک جزو اور اوکسیجن دو جزو ہیں - اگر بالفرض مقررہ مقدار کے پانی اور کاربانک ایسڈ گیس پر الگ الگ ہر ایک مقررہ مقدار کی آگ خرچ کیجائے - تاکہ پانی اور کاربانک السیڈ گیس سے اُن کے اپنے اپنے اجزا الگ ہو جائیں تو اس سب کا نتیجہ حسب ذیل ہوگا :-

(۱) دو جزو آگ جو دھوپ سے پیدا ہوئی ہے (۲) دو جزو ہائیڈروجن جو پانی سے جدا ہوئی (۳) ایک جزو کاربن جو اس گیس سے نکلی +

ان تینوں کے ملنے سے فرض کرو کسی درخت کی ایک مکعب انچ لکڑی بنی لیکن جب اسی ٹکڑہ لکڑی کو جلایا جائیگا - تو یہ بلا کم وکاست مذکورہ بالا مقدار میں آگ - ہائیڈروجن اور کاربن واپس کر دیگا - جن سے دھوپ - پانی اور کاربانک ایسڈ گیس اسی مقدار کی بنیگی جسقدر مقدار میں سے وہ نکلی تھی +

مجھے تعجب معلوم ہوتا ہے اور میری حیرانگی کی کوئی حد نہیں رہتی جبکہ میں خیال کرتا ہوں

کہ اگر قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اکرم پر نازل نہیں ہوا تو کس طرح آپؐ کو قدرت کے ان رازوں اور دیگر اسی قسم کے باریک مسائل کا علم ہوا جن کے متعلق ہمیں اب واقفیت حاصل ہو رہی ہے۔ یہ سب باتیں اسی پاک کتاب میں اسکی تعلیم کو مشرح و واضح کرنے کے لئے لکھی ہوئی ہیں۔ آگ کا یہ منظر اس امر کی ایک بین دلیل ہے کہ اشیاء ایک شکل سے دوسری شکل میں آنے پر بھی اپنی اصلیت وجوہر کو قائم رکھتی ہیں۔ اور قرآن کریم نے بھی اسی نظارۂ آتش کی طرف نہایت خوبی و خوش اسلوبی کے ساتھ اشارہ کیا ہے جس سے امر ذیل بحث پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ لکھا ہے کہ:-

اولم یر الانسان انا خلقنٰہ من نطفۃ فاذا ھو خصیم مبین ہ وضرب لنا مثلاً ونسی خلقہٗ ط قال من یحی العظام وھی رمیم ہ قل یحییھا الذی انشاھا اول مرۃ ط وھو بکل خلق علیم ہ الذی جعل لکم من الشجر الاخضر ناراً فاذا انتم منہ توقدون (ترجمہ) کیا آدمی کو معلوم نہیں کہ ہم نے اسکو نطفے سے پیدا کیا۔ باایں ہمہ وہ (ہمارا) کھلم کھلا (مقابل بن کر) لگا جھگڑنے اور لگا ہماری نسبت باتیں بنانے اور اپنی اصالت کو بھول گیا۔ کہتا (کیا) ہے۔ کہ کون (ایسی قدرت رکھتا) ہے کہ (آدمی کی) ہڈیاں گل (کر خاک ہو) گئی ہوں۔ اور وہ ان کو جلد کھڑا کرے (اے پیغمبر تم اس گستاخ سے) کہو کہ جس نے ہڈیوں کو اول بار پیدا کیا تھا۔ وہ ان کو (دوبارہ بھی) جلد (اٹھا) ئے گا۔ اور وہ سب (طرح کا) پیدا کرنا جانتا ہے وہی (قادر مطلق) تو ہے۔ کہ (بعض) ہرے درختوں (کے آپس میں رگڑنے) سے تم لوگوں کے لئے آگ پیدا کرتا ہے پھر تم اس سے (اور آگ) لگا لیتے ہو سورہ یاسین رکوع ۵ آیت ۷۷ تا ۸۰۔

مسئلہ زیر بحث کے متعلق جسقدر تشریحات میں نے قرآن شریف سے پیش کی ہیں وہ اسمیں شک نہیں مادی اشیاء سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور ممکن ہے۔ کہ بعض اشخاص کی جو موت کے بعد ہر ایک شخص کے ذاتی احساس کے برابر جاری و قائم رہنے کا ثبوت چاہتے ہیں۔ ان سے تسکین نہ ہو کیونکہ بقول بعض یہ مسئلہ مادہ کی حدود سے بالکل باہر ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ

اول اول احساس تمام حیوانات میں پیدا ہوتا ہے پھر انسانی جامہ میں وہ ایک خاص ذاتی رنگ اختیار کر لیتا ہے انسان ایک دوسرے سے نہ صرف ظاہری صورت اور اپنے جسم کی ساخت میں ہی اختلاف رکھتے ہیں۔ بلکہ اپنے اخلاق اور اپنی دماغی و روحانی قابلیتوں کے لحاظ سے بھی وہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ الغرض جہانتک جذبات۔ اخلاق اور احساسات کا تعلق ہے۔ ہر ایک شخص میں ایک علیحدہ اور بین نشان موجود ہے جو اسکو دوسروں سے ممیز کرتا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا قیامت کے دن ہر انسان میں اپنا ذاتی احساس موجود ہوگا یہی سوال ہے جس نے الحقیقت حیات بعد الموت اور روز جزا کے مسئلہ کا دارومدار ہے۔ اگر اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد انسان میں وہ علم اور احساس برابر موجود نہ رہے جو عالم سفلی میں اس کے اندر تھا تو پھر اس کے اعمال کے متعلق جوابدہی نہیں ہو سکتی۔ قرآن شریف نے اس مسئلہ پر نہایت اعلیٰ طریق پر سورۃ الطارق میں روشنی ڈالی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ:۔

ان کل نفس لما علیہا حافظ ۝ فلینظر الانسان مم خلق ۝ خلق من ماء دافق ۝ یخرج من بین الصلب والترائب ۝ انہ علی رجعہ لقادر ۝ یوم تبلی السرائر ۝ ترجمہ۔ کوئی شخص نہیں جس پر (ہماری طرف سے) چوکیدار (یعنے کراماً کاتبین فرشتے تعینات) نہ ہوں۔ تو انسان کو چاہئے۔ کہ (اور نہیں اتنی ہی بات کو) دیکھے۔ کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ پیدا کیا گیا ہے پانی (یعنے قطرہ منی) سے جو (انزال کے وقت) اچھل کر نکلتا ہے پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے بیچ میں سے۔ بیشک خدا آدمی کے مرے پیچھے (اسکے لوٹانے یعنے (دوبارہ پیدا کرنے) پر (بھی) قادر ہے۔ جس دن لوگوں کے بھید جانچے جائیں گے (قرآن سورہ الطارق آیات ۴-۹)

وہ کیڑا جس سے انسان بنتا ہے اس قدر باریک ہوتا ہے کہ اُسے خوردبین کے بغیر آنکھ نہیں دیکھ سکتی لیکن اس کے اندر اس شخص کے تمام جسمانی۔ دماغی اور اخلاقی خواص موجود ہیں جس سے وہ نکلا ہے یا بالفاظ دیگر نطفۂ پدری ایک ایسا مؤثر اور محفوظ ذریعہ ہے جو ایک باپ کا ذاتی علم واحساس اُس کے بیٹے تک پہنچاتا ہے لیکن جبکہ وہ نطفۂ مادر کے ساتھ ملتا ہے تو اسمیں کچھ تغیر پیدا ہوتا ہے۔ اور ماں کی خصوصیات کا

بھی اسمیں رنگ آجاتا ہے۔ اور بعض اوقات تو نطفہ میں اُن آباو اجداد کے خواص بھی موجود ہوتے ہیں جنہیں گذرے ہوئے کئی پشتیں ہو چکی ہیں۔ اس سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ کسی شے کے ضروری اجزا کو اتنی چھوٹی جگہ میں جمع کیا جاسکتا ہے کہ بدوں امداد خوردبین وہ نظر بھی نہیں آسکتے۔ اگرچہ وہ اپنی اصلی جگہ ایسی صورت میں چھوڑتے ہیں۔ جو دکھائی نہیں دیتی لیکن آیندہ ترقی کے لئے وہی ایک مرکزی مقام اختیار کر لیتے ہیں۔ بوت سے کوئی چیز بھی جیسا کہ اُوپر بیان کیا گیا ہے نیست و نابود نہیں ہوتی۔ موت تو کسی فرد واحد کا اپنے ہمجنسوں سے اس صورت میں جُدا ہونے کا نام ہے جسمیں وہ کسی حادثہ کی وجہ سے اپنے موجودہ حالات کے ماتحت زیادہ ترقی کرنے کے ناقابل ہو جائے۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد وہ دوسری حالت میں پہنچ جاتا ہے۔ اور ہمیشہ اپنی منزل مقصود ہی کی طرف بڑھتا جاتا ہے انسان کا نام عالم صغیر رکھا گیا ہے۔ اور یہ بالکل صحیح ہے۔ اس کا دل شکل اور دیگر صفات کے لحاظ سے زمین کا قائمقام ہے۔ اور اسمیں گویا تمام رُوئے زمین کا نچوڑ ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف سورہ ۲۳ رکوع ۵ آیت ۱۱ میں کہتا ہے کہ:-

انا خلقنٰھم من طین لازب ۔ ترجمہ - ان بنی آدم کو تو ہم نے (اسی معمولی) لیسدار مٹی سے پیدا کیا ہے +

انسان کے دل میں کئی قسم کے بیشمار جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ جسے انسانی احساس یا علم کہتے ہیں۔ ان جذبات نے پھر اسی زندگی میں تکمیل کی ایک خاص حد تک پہنچنا ہوتا ہے۔ تاکہ اسمیں علم اخلاق فلسفہ اور روحانیت پیدا ہو جائے۔ اس کے بعد اس دنیا سے رخصت ہو کر اُسے زیادہ ترقی کے لئے دوسرے جہان کی طرف رُخ کرنا ہوتا ہے۔ بعض حالات میں تو وہ اسی انسانی چولے ہی میں ضروری تکمیل کے درجہ تک پہنچ جاتے ہیں لیکن بالعموم ان کی ترقی جزوی اور ادھوری رہجاتی ہے۔ پھر انکی زندگی میں کوئی ایسا حادثہ واقعہ ہو جاتا ہے۔ جو اس کے جسم کے تمام اجزا کو علیحدہ کر کے اسکی ترقی کا مانع ہوتا ہے پس اسی کا نام اصطلاح عامہ میں موت ہے لیکن اپنے واقعہ سے اسمیں آیندہ ترقی کرنے کی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس موقعہ پر کچھ چیز گیس کی حیثیت میں انسان کے جسم سے اسکے سر کی طرف سے

نکلکر آسمان کا رُخ کرتی ہے۔ اور اس گیس کو وہی لوگ اپنی حالت سکر و انبساط میں دیکھ سکتے ہیں جن کی رُوحانیت بہت بڑھی ہوئی ہو اور عالم ارواح سے ان کا خاص تعلق ہو۔ اس گیس میں ہر ایک انسان کے اپنے وہ تمام احساسات موجود ہوتے ہیں جو اس کے اندر اس زندگی میں تھے لیکن گیس میں اپنی تمام ترقی کرنیوالی قوتوں کے کرہ ایتھر (نہایت لطیف ہوا) میں معطل رہتی ہے۔ اس حالت کا نام جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا ہے اسلامی علم الٰہیات نے عالم برزخ رکھا ہے۔ یہ گیس اس صورت میں قیامت تک رہیگی۔ جبکہ اُسے ایک نیا لباس آیندہ ترقی کرنے کے لئے پہنایا جائیگا۔ اور یہ ترقی محدود نہ ہوگی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ۰ ثم رددنٰہ اسفل سافلین الا الذین امنو و عملوا الصلحٰت فلھم اجر غیر ممنون ۔ ترجمہ۔ کہ ہمنے انسان کو بہتر سے بہتر ساخت کا پیدا کیا۔ پھر ہم اسکو (بوڑھا کرکے) کمتر سے کمتر مخلوق کے درجہ میں لوٹا لائے مگر جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل (بھی) کیئے (ان کو تنزل پیری سے تنگدل نہ ہونا چاہئے کیونکہ) اُن کے لئے (آخرت میں) اجر ہے بے انتہا (سورہ ۹۵ ۔ التین آیت ۴-۶)

ثمرات اسلام

کلام الٰہی

خداوند تعالیٰ کے تمام انعامات میں سے افضل ترین اور نہایت ہی قیمتی اس کا سچا اور یقینی کلام ہے جو اس نے ایک انسان کی طرف بھیجا۔ اس کلام کے ذریعے ایک شخص میں خدا کا علم ترقی کے معراج پر پہنچ جاتا ہے۔ وہ خدا کو دیکھنے لگ جاتا ہے۔ اور ان کا ایمان اللہ تعالیٰ کی ہستی پر بقدر قوی ہو جاتا ہے۔ کہ گویا اس نے اپنی آنکھوں اسے دیکھا ہے۔ اس کے دل پر خدا کا خوف اور اس کا جلال طاری ہو جاتا ہے۔ اور اس کے تمام شک و شبہ اس طرح دور ہو جاتے ہیں جس طرح سورج کی روشنی سے اندھیرا اور وہ پھر زمین پر فرشتوں کی طرح چلتا ہے۔ اپنی راستبازی کیلئے یکتا ہوتا ہے۔ گناہوں سے اُسے سخت نفرت اور خدائے واحد سے اُسے از حد محبت ہوتی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ

کی تابعداری اس سے ڈرنے اور اس پر بھروسہ رکھنے میں بے مثال ہوتا ہے۔ اور رشتہ دوستی کو قائم رکھنے میں بھی اس کا کوئی نظیر نہیں ہوتا۔ کلام اللہ ہمیں یہ بھی بتلاتا ہے کہ متقی و پرہیزگاروں کو خداوند تعالیٰ اپنے الہام سے مشرف کرتا رہیگا۔ اور عقل بھی یہ چاہتی ہے کہ دنیا میں یہ سلسلہ برابر جاری رہے۔ تاکہ خلق اللہ کو فائدہ پہنچے +

گناہ اور ظلم و تعدی کا تب ہی علاج ہو سکتا ہے جبکہ خداوند تعالیٰ کا جلال اور اس کا جمال یقینی طور پر ظاہر ہو۔ اور تجربہ بھی ہمیں یہی بتاتا ہے۔ کہ انسان کو نافرمانی اور تعدی سے باز رکھنے کیلئے صرف دو ہی طاقتیں ہیں یعنے خداوند تعالیٰ سے کامل و سچی محبت اور اس کا سچا ڈر کیونکہ درحقیقت اسی کے احکام کی نافرمانبرداری ہوتی ہے۔ اور انہیں کو توڑا جاتا ہے۔ اگر کسی مہربان اور فیاض دوست سے سچی محبت ہو تو اس بات کا ڈر بھی ساتھ ہی نظر آتا ہے کہ مبادا کسی وجہ سے رشتہ دوستی ٹوٹ جائے۔ لہذا جس شخص کے دل میں خدا کی کامل محبت و ڈر ہو یا جس شخص کو کسی ایسے دوسرے شخص سے محبت ہو جس کی اعلےٰ قوتوں سے وہ متاثر ہوتا ہے تو یہ ہر دو نوں قسم کے لوگ گناہ کی جکڑ بندیوں سے آزاد ہو جاتے ہیں لیکن جو شخص ان ہر دو جماعتوں سے باہر ہے۔ اس پر گناہ کا زہر اثر کرنے سے نہیں رک سکتا۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنے آپ کو بیگناہ جتلاتے ہیں اور اپنے دل کی صفائی کا اظہار کرتے ہیں لیکن وہ لوگوں کو اور خدا کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ کیونکہ معصیت سے نجات کا ملنا غیر ممکن ہے جب تک کہ خدا کے رعب و خوف سے تمام انسانی جوش و جذبات پر موت وارد نہ ہو۔ اور اس میں اس کی کامل محبت پیدا نہ ہو جائے۔ اور جب تک کہ خدا کی ہستی اور اس کے جمال و جلال کا کامل یقین نہ ہو۔ اس وقت تک ان باتوں کا احساس دل میں پیدا نہیں ہو سکتا +

پس خدا کی ہستی پر پختہ ایمان ہی نجات کی جڑھ اور خدا کو حاصل کرنے کا واحد ذریعہ ہے یہی ایمان انسان کو اس قابل بنا دیتا ہے کہ وہ تکلیفات اور ابتلاؤں میں خدا کی رضا پر راضی رہے۔ اور اسکی محبت کی خاطر بسنی آگ میں داخل ہونے پر ایمان رکھے۔ ایمان کی وجہ سے محبت الٰہی جوش میں آکر انسان کو موت کے لئے تیار کر دیتی ہے۔ اور وہ اپنے تمام آرام اور آسائش کو خدا کی خوشنودی کیلئے خیرباد کہ دیتا ہے۔ کسی کی شاباش یا تعریف کی وہ پرواہ

نہیں کرتا اور صرف اللہ ہی کے لئے تمام دُنیا کو اپنا خطرناک دشمن بنا لیتا ہے وہ اپنے مُنہ سے کوئی کلمہ بد نہیں نکالتا گویا اس کے منہ پر مُہر لگی ہوئی ہے لیکن اس قسم کا ایمان تب ہی حاصل ہو سکتا جبکہ انسان خدا کو یا تو اپنی آنکھ سے دیکھے یا خدا خود اس کے ساتھ کلام کرے۔ اور اپنے کلام کا ثبوت بھی اپنے جلال و اپنی طاقت و کشش سے دے اور ساتھ اسکے آسمانی نشانات بھی ظاہر کرے۔ الہامات کے بغیر خدا کی ہستی اور اسکی صفات پر یقین کامل نہیں ہو سکتا۔ پہلے انبیاء کی الہامی کُتب اور ان کے معجزات خدا کی ہستی کی قطعی دلیل اس زمانہ میں نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ نہ تو اس وقت کسی نے اُن معجزات کو دیکھا ہے اور نہ اس وقت کلام آلہی نازل ہوا ہے۔

قانون فطرت ہمیں بتلاتا ہے۔ کہ انسان شک و شبہ کو پسند نہیں کرتا اور اس سے بھاگتا ہے لیکن ہر ایک امر میں کامل یقین اور ایمان حاصل کرنے کی پیاس ان کے اندر ہے لہٰذا اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس قادر مطلق اور علیم و بصیر خدا نے جس نے انسان کے دل میں اس قسم کی تڑپ اور پیاس کو بُجھانے اور اس کے اندر کامل یقین اور ایمان پیدا کر دینے کا انتظام پہلے ہی سے کر رکھا ہوگا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس یقین کو حاصل کرنے کے کیا ذرائع پیدا کیئے گئے ہیں۔ اس سوال کے جواب میں ہم صاف کہدیتے ہیں۔ کہ وہ ایمان اور یقین فقط ان قوانین پر چلنے ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ جو ابتدائے آفرینش سے موجود ہیں۔ یعنے خدا سے محبت رکھنے سے جس کی تائید میں خرق عادت باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اس خیال کو دل میں جگہ نہ دینی چاہیئے۔ کہ خدا کا کلام جو زمانہ ماضی میں نازل ہوا۔ وہ اس یقین کو پیدا کرنے کیلئے کافی ہے اور کسی تازہ الہام کی ضرورت نہیں۔ اسی خیال سے ان لوگوں کو دھوکہ لگا ہے جنکی رائے میں انجیل ہی میں خدا کا کلام ہے۔ اور اس کے بغیر کسی نئے الہام کی ضرورت نہیں ان لایعنی اور فضول باتوں کا جواب یہ ہے۔ کہ کلام آلہی آنے کی غرض تو محض لوگوں میں پختہ ایمان پیدا کرنا ہے خدا اپنا کلام لوگوں کی طرف اسلئے بھیجتا ہے کہ وہ اسکی ہستی اور اس کے صفات پر ایمان لائیں اور بُری راہوں کو ترک کر کے ان راہوں پر قدم ماریں جو خدا کی بتلائی ہوئی ہیں تاکہ اسکے فضل سے وہ مالامال ہوں۔ اُن کا ایمان بڑھتا جائے۔ اور وہ بدی اور ظلم کی راہیں

چھوڑ کر راستی اور سچائی کی طرف چلیں لیکن جب کسی پیغمبر کا زمانہ گذر جاتا ہے تو اس کلام کا جو اللہ نے اس پر اُتارا ہوا ہوتا ہے لوگوں کے دلوں پر اثر کم ہوتا جاتا ہے اسکی کشش کمزور ہو جاتی ہے۔ اور وہ ایک قصہ ماضی کا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ اسلئے وہ اپنی غرض پوری نہیں کر سکتا۔ اور لوگوں کے دلوں میں سے وہ ایمان مفقود ہو جاتا ہے جو پہلے تھا مثلاً یہودیوں ہی کا حال دیکھو ان کے ہاتھ میں تو پیغمبروں کی کتابیں ہیں لیکن دل میں دغا و فریب۔ عیسائیوں میں کتنے لوگ اس وقت موجود ہیں جنکی دائیں گال پر اگر وہ تھپڑ پڑے تو بائیں گال پیش کر دیتے ہیں۔ اور جو شخص ان کا کوٹ اُتارے تو وہ اُسے اپنا لبادہ بھی دیدیتے ہیں۔ اور کتنے ایسے نظر آتے ہیں جو بد نظری سے بچے ہوئے ہیں اور جن کے دل میں حرص و طمع اور دنیا نہیں +

غرض کہ جس طرح لوگوں کو ہر صبح تازہ خوراک کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح اپنا ایمان تازہ کرنے کے لئے تازہ الہام کی بھی حاجت ہے۔ جب نور ایمان امتداد زمانہ کی وجہ سے کمزور ہوتا جاتا ہے تو لوگ کلام الٰہی پڑھتے ہیں لیکن ان پر اثر کچھ بھی نہیں ہوتا۔ لہٰذا وہ کلام ان میں سے گویا گم ہو کر آسمان کی طرف واپس جاتا ہے۔ اور ان کے پاس خالی استخوان ہی استخوان رہ جاتے ہیں۔ ایسے وقت میں ایک نیا مقناطیسی اثر اور کشش پیدا کیا جاتا ہے۔ خدا کا کلام اُسے اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے ان میں کامل یقین اور ایمان پیدا ہو جاتا ہے۔ اور وہ علم جو آسمان کی طرف اُٹھا لیا گیا تھا وہ اب اس کے ذریعہ زمین پر پھر واپس آتا ہے۔ یہ قانون الٰہی ہے۔ اسی کے ماتحت خدا کے تازہ کلام سے لوگوں کے دلوں میں پھر ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔ جو لوگ اس قانون پر چلتے ہیں۔ جو خدا کی طرف سے منسوخ ہو چکا ہے۔ ان کے دل مسخ ہو جاتے ہیں۔ اور ان میں ایک آدمی بھی ایسا نہیں پایا جاتا جو نئے الہام الٰہی کو قبول کرنے کے قابل ہو یہ قانون اس تالاب کی مانند ہو جاتا ہے جسمیں پانی بالکل ساکن ہو۔ اور اسمیں کیچڑ اور گند کثرت سے مل جائے۔ اس قسم کا قانون ان لوگوں کے لئے بالکل غیر مفید ہو جاتا ہے۔ جو اس پر عمل کرنا چاہیں۔ کیونکہ اسمیں سوائے نے سود زمانہ گذشتہ کی باتوں کے

اور کچھ نہیں ملتا۔ ان کے پاس آسمان سے تازہ پانی یعنے تازہ الہام الٰہی نہیں پہنچتا جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا نے ان لوگوں کی طرف سے مُنہ موڑ لیا ہے۔ چنانچہ کسی مُردہ مذہب کا نشان ہی یہ ہے کہ تازہ الہام کا نور اسمیں نظر نہیں آتا۔ جو لوگ اس پر چلتے ہیں وہ ایسے کلام پر ایمان رکھتے ہیں جن کی تائید تازہ کلام الٰہی سے یا تازہ آسمانی نشانات سے نہیں ہوتی ہے۔ ان کے دل ایسے مردہ ہو جاتے ہیں اور نورِ ایمان و یقین جس سے معصیت اور عدول حکمی یا نے اعتدالی کا وجود مٹجاتا ہے انہیں نصیب نہیں ہوتا۔ تقریباً تمام دیگر مذاہب کی موجودہ تعلیم ہمیں بتلاتی ہے۔ کہ الہام الٰہی کا دروازہ اب بند ہے۔ لیکن اسلام اس دروازہ کو سب کے لئے کھولتا ہے۔ اور اسلام ہی کے ذریعہ خدا کی خوشنودی حاصل ہو سکتی ہے ✝

نصب العین مشرق و مغرب

انا للہ وانا الیہ راجعون (قرآن شریف)

تُو خاک ہے اور پھر خاک میں ملجائیگا (انجیل باب پیدائش)

اسلام اور عیسائیت کے پیرو متذکرہ بالا آیات سے جو انکی اپنی اپنی مقدس کتابوں میں ہیں بخوبی واقف ہیں۔ ان آیات کو ان ہر دو مذاہب کے لوگ ایک ہی موقعہ پر اپنے اعتقاد کے مطابق پڑھتے ہیں۔ جب مسلمان کسی کی وفات کی خبر سنتے ہیں تو ان کی زبان سے بے ساختہ انا للہ وانا الیہ راجعون نکلجاتا ہے اور عیسائیوں میں بھی کوئی ایسا جنازہ نہیں جہاں باب پیدائش کی یہ آیت "تُو خاک ہے اور پھر خاک میں ملجائیگا" نہ پڑھی جاتی ہو۔ لیکن ان آیات کے نصب العین میں بہت بھاری اختلاف ہے۔ ایک تو خدا کی طرف لیجاتی ہے اور دوسری خاک کی طرف۔ یہ سبق ہمیں بچپن ہی سے ملتا ہے یعنے اس زمانہ میں جبکہ ہر ایک امر بخوبی ذہن نشین ہو کر پھر آسانی سے نہیں بھول سکتا۔ اور ہماری تمام

زندگی پر نا معلوم طور پر وہ برابر اثر کرتا رہتا ہے ہمارے آئندہ کے کاروبار اور ہماری خواہشات وغیرہ انہیں بچپن کے خیالات اور یادداشتوں کے سانچے میں ڈھلتی ہیں۔ اگر الزمان مغرب اور مشرق کے حالات کا مطالعہ کریں تو اسے اس اصول کی صداقت معلوم ہو جائیگی +

"تو خاک ہے اور پھر خاک میں جا ملیگا" اس آیت نے مغرب والوں کے چلن اور خصائل کو ڈھالنے میں بہت بڑا حصہ لیا ہے۔ اور انکی زندگی کی طرز پر بہت کچھ اثر ڈالا ہے۔ اہل مغرب اپنے تئیں خاک سمجھتا ہے۔ یعنے مسئلہ ارتقا کے مطابق وہ اپنے آپ کو مادی طاقتوں کے نتائج کی آخری منزل خیال کرتا ہے۔ جیسے کہ پھر خاک ہی میں ملجاتا ہو۔ چنانچہ اسی خیال سے وہ کوشش کرتا ہے کہ جہانتک ممکن ہو سکے اسی موجودہ مقام دنیا ہی میں بہت کچھ فائدہ حاصل کرے۔ اس مسئلہ کی جڑھ یہ ہو کہ زندگی کے لئے جدوجہد کیجائے۔ اور جیسا کہ ہکسلے اور دیگر مغرب کے اہل الرائے کہتے ہیں۔ ہر ایک ایسی چیز پر جو خاک سے بنی ہو یہ قانون جاری ہو۔ کہ صرف علی اور عمدہ چیز ہی دنیا میں باقی رہ سکتی ہو لیکن ہمیں یہی قانون تمام اس قسم کی مخلوقات میں بھی نظر آتا ہے جو نطق نہیں رکھتی۔ وہاں زندگی کا راز اپنی ہستی کو قائم رکھنے ہی میں نظر آتا ہے۔ ہر ایک کا یہی خیال اور اصول نظر آتا ہے کہ جو کچھ ممکن ہو حاصل کر لیا جائے۔ کیونکہ بعد موت سواء خاک کے اور کچھ نہیں۔ اپنے آپ کو اس مسئلہ کے ماتحت دوسروں کے مقابلہ میں افضل خیال کیا جاتا ہے۔ اور سمجھا جاتا ہے۔ کہ وہ میری خاطر پیدا ہوئے ہیں۔ مجھے کسی طرح فائدہ پہنچ جائے خواہ وہ ہلاک ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ عالم کا ذرہ ذرہ بھی تو اسی اصول پر چلتا ہے اور اسی وجہ سے قائم ہے لہذا اسی اصول پر مغربی فلسفہ کی بنیاد ہے۔ اور دولت ہی انکی دیوی یا خدا ہے اب ذرہ مسلمانوں کا حال بھی دیکھ لو۔ اور غور کرو۔ انکی زندگی کا مقصد کیا ہو وہ تو ہر ایک موقعہ پر کہتا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ان کا خیال ہو کہ میں ایسا خود غرض اور کمینہ اور دنیا دار ارکیوں بنوں میں نے خدا کے پاس جانا ہے۔ اسلئے دنیا کے مال و متاع سے مجھے آلودہ نہ ہونا چاہئے۔ اور دولت کی دیوی کی جو کہ چند روزہ ہے مجھے پرستش نہ کرنی چاہئے۔ وہ خیال کرتا ہو کہ مجھے چند گھنٹے آرام اور

آسائش کے میسر آسکتے ہیں لیکن بعد ازاں ہر خاک میں مل کر ہمیشہ کے لئے نسیاً منسیاً نہیں ہو جانا بلکہ میرے لئے ابدی زندگی ہے۔ اور اپنے خدا کے پاس جو حیّ و قیّوم ہے جانا ہے۔ اسلئے وہ اپنے دائمی گھر جانے کیلئے تیاری کرتا ہے۔ کیونکہ اُسے خیال رہتا ہے کہ اگر اس نے وہ راہ اختیار نہ کی جو خدا نے بتلائی ہے تو خدا اُسے رد کر دیگا۔ جو خالق اور رب العالمین بھی ہے۔ اور گورے اور کالے۔ توانا اور ناتوان سب پر اس کی عنایات برابر جاری ہیں۔ چونکہ کتاب الفطرت میں بھی اسی قسم کے وسیع اور ربانی اخلاق نظر آتے ہیں۔ اسلئے ان کے مطابق وہ بھی عمل کرنا چاہتا ہے اگر خدا سب کا باپ ہے۔ تو تمام لوگ اس کے بھائی ہیں۔ اسلئے خود غرضی اور دوسرونکو اپنا غلام خیال کرنا اُس کے نزدیک قابل نفرت بات ہے +

علاوہ ازیں ایک مسلمان سمجھتا ہے۔ کہ میں نے اس دنیا سے کوچ کر کے خدا کے حضور جانا ہے۔ میرے اندر بھی خدا کی صفات کا ایک حصہ ہے۔ اور جب تک اس حصہ کو اچھی طرح روشن نہ بنالوں میں کبھی خدا سے مل نہیں سکتا۔ وہ باپ ہے اور میں بیٹا ہوں ناصرہ کے علم الہیات جاننے والے فلاسفر نے بھی اسی انا للہ و انا الیہ راجعون کے خیال کو جو ایک مسلمان کے دل میں ہر وقت موجود رہتا ہے دوسرے الفاظ میں یوں ظاہر کیا ہے کہ میں باپ کی طرف سے آیا ہوں اور باپ ہی کے پاس واپس جانا ہے لیکن جناب مسیح ہی کے لئے یہ خصوصیت نہ تھی۔ خدا کو باپ کہ کر عام لوگ پکارتے ہیں۔ اور اس طور پر دعا بھی مانگتے ہیں۔ یہ دعا سچی ہوتی ہے۔ فلاسفیانہ رنگ میں نہیں ہوتی۔ استعارہ کے طور پر انسان بیٹا ہے اور خدا اس کا باپ ہے +

اسلامک ریویو:- مولانا اکبر صاحب نے جو ایک ہر دلعزیز مسلمان شاعر اس زمانہ کے ہیں۔ اور ہندوستان کے ہر گوشہ میں اپنے مختصر لیکن پُر مغز اور بامعنی اشعار کی وجہ سے مشہور ہیں اپنے مضمون کو ایک رباعی میں باندھا ہے جو کہ اپنے اندر نہ صرف دلچسپی رکھتی ہے بلکہ نہایت ہی مناسب موقعہ ہے اسے ذیل میں ناظرین کی تفریح طبع کیلئے نقل کیا جاتا ہے ؎

مشرقی کو ہے شوقِ روحانی — مغربی کو خیالِ جسمانی
کہا منصور نے خدا ہوں میں — ڈارون بولا بوزنہ ہوں میں

منصور حلاج:- ہم یہاں مختصراً منصور کے حالات جس کا ذکر تیسرے مصرعے میں ہے بیان کرتے ہیں تاکہ

اہل مغرب ان سے واقف ہو جائیں۔ یہ شخص آٹھویں صدی ہجری میں پیدا ہوا۔ اور اپنے زمانہ کا ایک بڑا پارسا صوفی تھا۔ وہ خدا کی عبادت میں مصروف رہتا۔ اور نہایت بےنفس اور بےغرض تھا خدا کی یاد میں محو ہو کر اسکی رُوحانی حالت اس درجہ تک پہنچ گئی جسے مغربی اصطلاح میں مسیحائی کہتے ہیں چنانچہ اس سے عجیب عجیب باتوں کا ظہور ہونے لگا۔ اسمیں خدا کا نور اور جلال اس حد تک حلول کر گیا۔ کہ وہ سُکر و انبساط کی حالت میں انا الحق کہہ اُٹھا۔ لیکن اس زمانہ کے فریسی طبع اور ریاکار دیندار اسبات کو برداشت نہ کر سکے۔ اسلئے جناب مسیح کی طرح پر الزام لگایا گیا اور عدالت میں اس پر باضابطہ جرح قدح کی جا کر آخرش اُسے بھی سولی پر کھینچا گیا۔ اس کی زندگی کے حالات اور واقعات ایسی کتابوں میں درج ہیں جن کے معتبر ہونے میں کسی کو بھی شک نہیں لیکن باایں ہمہ مشرق میں اسی طرز کا ایک ہی آدمی نہیں۔ ہماری تاریخوں میں اس قسم کے بےنظیر انسان بہت سے نظر آتے ہیں لیکن مشرقی لوگ روحانیات میں اس قدر ترقی کر گئے ہیں۔ کہ وہ مسیح کو خدا مان نہیں سکتے۔

رسید زر

امداد مشن جناب سید عبد الجبار شاہ صاحب آباد ضمار ۵ر
مفت تقسیم حضور میجر حاجی محمد حمید اللہ خان صاحب بھوپال ۵
امداد مشن جناب منہاج الدین صاحب مردان صمہ ر

مفت تقسیم جناب سید احمد صاحب میاں لوٹلہ ۵ر
امداد مشن جناب بابو محمد شعیب صاحب بصرہ ۱۲
مندرجہ بالا رقوم بصد شکریہ مشتہر کی جاتی ہیں جزاکم اللہ احسن الجزا

خادم - آنریری سکرٹری - ووکنگ مسلم مشن - عزیز منزل لاہور

تائید حق	۴ر	اسرار سلیمانی	۴ر	سیرۃ خیر البشر	عہ ۸ر
پیغام صلح	۱ر	اسلامی اصول کی فلاسفی	عہ ۴ر	رسالہ نماز فلسفہ نماز	۱۲ر
کرشن اوتار	۱ر	جمع قرآن	۱۴ر	" حج - " حج	۱۳ر
مسلم مشنری کے ولائتی لیکچر	۲ر	النبوۃ فی الاسلام	عہ ۴ر	" زکوۃ - " زکوۃ	۴ر
التوحید	۱ر	حدوث مادہ	۴ر	" روزہ - " روزہ	۴ر
مادہ فانی ہے	۱ر	بنگال کی دلجوئی	۱ر	تربیت اولاد	۶ر
صحیفہ آصفیہ	۲ر	عصمت انبیاء	۱۰ر	غزوات نبوی	۱۰ر
طریق فلاح	۱ر	غلامی	۵ر	کالش ونبوت	۴ر
جام عرفان (مجموعہ نظم)	۱ر	مقام حدیث	عہ ۳ر		

المشتہر مسلم بک سوسائٹی - عزیز منزل لاہور

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری

خطبات غربیہ

قیمت فی خطبہ ۳/ مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری ایڈیٹر اسلامک ریویو مجریہ لندن۔ یہ وہ معرکۃ الآرا خطبے ہیں جو حضرت خواجہ صاحب نے اپنے قیام لندن میں ناآشنایان اسلام کو اسلام سے معروف کرانے اور ان پر حقانیت اسلام منحقق کرانے کیلئے انگلستان فرانس اور سکاٹلینڈ کے مختلف مقامات پر تقریریں کیں اور لیکچر دیئے۔ اور بعض احباب کی فرمائش پر اردو میں ترجمہ کرکے چھاپے گئے ہیں جو ذیل میں درج ہیں :-

۱ سلسلہ خطبات غربیہ مسمّٰی بہ مسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات	۴ دہریوں اور ملحدین کو خطاب
۲ " " توحید و بما۔ تصوف	۵ - اسلام اور دیگر مذاہب
۳ " " خطبات عیدین۔	۶ - حقوق نسوان

لمعات انوار محمدیہ

رسول کریم صلعم کے پاک حالات آپ کے خلق عظیم کا آئینہ حسن معاشرت کا فوٹو۔ علمی ادبی تمدنی اخلاقی و اصلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ آنحضرت کے مختلف شعبہ ہائے زندگی کا دلکش مرقع حسین جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری و حضرت مولوی صدر الدین صاحب بی اے بی ٹی و حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی و جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لاء و جناب مارماڈیوک صاحب پکتھال و جناب ایس اینچ لیڈر مصنف ڈیزرٹ و دیگر مشاہیر قوم کے گرانقدر مضامین جو نہایت قابل دید ہیں اور آنحضرت صلعم حیثیتوں میں پیش کیا گیا ہے۔ قیمت ۶/ مجلد ۱۰/

مروارید ثلاثہ

۱ براہین نیرہ حصہ اول معروف بہ زندہ و کامل الہام۔ قیمت	...	۱۲/
۲ اسوۂ حسنہ " زندہ و کامل نبی	" ...	۸/
۳ ام الالسنہ " زندہ و کامل زبان	" ...	۱۲/

ان تین کتابوں میں علی الترتیب یہ تین باتیں ثابت کیگئی ہیں۔ کہ کتابوں میں کتاب قرآن نبیوں میں نبی احضرت احمد عربی اور زبانوں میں زبان عربی ہے براہین نیرہ میں یہ بحث ہے کہ کل کتب مقدسہ کے مطابق قرآن ناطق خاتم اور کامل الہام ہے تہذیب تمدن انسانی پر قرآن کی تعلیم اسمیں جمع کی گئی ہے۔ اسوۂ حسنہ میں انسانی رہنمونی کیلئے آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان دکھلایا گیا ہے۔ ام الالسنہ ایک عجیب تصنیف ہے جسمیں یہ دکھلایا گیا ہے کہ زبان عربی دنیا میں دیگر زبانوں کی ماں ہے۔

المشتہر منیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاهور

جدید تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری

ذرات عالم کا مذہب (قیمت ۸) تفصیل مضامین:- مذہب اور سائنس میں چولی دامن کا ساتھ ہے ما قبل ذرے یعنی انسان کا مذہب۔ الہام ایک ضروری حصہ ہے تناسب اور ارتقا کی جان ہے اخلاق توازن جذبات کا نام ہے روح کی پیدائش اور فرائض روح ایک باشعور قوت نامیہ ہے بعض علوم ممنوعہ مسئلہ ارتقاء انسانی صحیفہ ارتقاء کفارہ پر ایمان لانا خود ذہنی ہلاکت ہے ہر ایک مذہب کے متعلق خیالات باطلہ اور فاسدہ ترقی کیلئے سم قاتل ہیں اہل ہند کی جدید بت پرستی اور اہل مغرب کی انسان پرستی۔ دشمن عیسائیت اور افضل بنی الانسان کیلئے ایسی اصلاح ہی بہترین تبلیغ ہے تعلیم یافتہ صاحبان

اسلام میں کوئی فرقہ نہیں

ضخامت ۲۱۶ صفحات۔ قیمت قسم اول عہ قسم دوم عہ علاوہ محصولڈاک ہے

پیرس کی عظیم الشان مذہبی کانفرنس کا تذکرہ غیر مسلمین و مسلمین باہمی اختلافی مسائل شیعہ و سنی و مراسم نماز پر علےالترتیب مکالمات و مجموعہ ہند و مسلم اتحاد۔ فرقی اختلافات پر تنقیدی نظر تمام عالم کا اصول امور میں متحد ہوکر اپنی نوعیت میں اختلاف کرنا مسلم ہے۔ اور اسکے متعلق صحیفہ قدرت سے استدلال حدیث ان اللہ لا یجمع امتی او قال امۃ محمد علی اضلالہ۔ اور اختلاف امتی رحمۃ کی دلچسپ تشریح۔ مسلمانوں کے ہمارے فرقوں کے اصول ایک ہیں۔ حدیث افترقت سبعون فی النار وواحد فی الجنۃ [illegible] ایک جنت میں اور وہی جماعت ہے کی تشریح شیعہ کے بیان بحیثیت اپنے عقائد کا اظہار [illegible] نزول و وفات مسیح پر روشنی۔ دعوائے مسیح کے مسئلہ پر بحث بہ خیال اصحاب قادیان کی نبوت پر مختصر جرح قدح [illegible] اور مثیل مسیح پر افترا و غلو کی مماثلت جناب بہاءاللہ کی نبوت اور جدید ہم خیال احمد قادیانی کی نبوت مجوزہ کا مقابلہ دنیا میں ضرورت نبوت۔ غرض میں ثابت کیا ہے کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں۔ الغرض کتاب موصوف بہت سے مذہبی معلومات کیلئے بہا ذخیرہ ہے جس سے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ یہ کتاب امید ہے کہ ہر پڑھنے والے کے دل میں جمہور اہل اسلام کی محبت پیدا کریگی خواہ کوئی کسی فرقہ سے کیوں نہ تعلق رکھتا ہو۔ یہ اس یگانگت و اجنبیت کو دور کریگی جو مختلف فرقہ ہائے اسلام آپس میں رکھتے ہیں اور اس سیاسی تصادم کے وقت جمیع مسلمانوں کو متفق اور متحد ہوکر کام کرنے کیلئے تیاری کریگی۔ اس کتاب میں علماء دین کی خدمتمیں بھی مودبانہ التماس کیگئی ہے۔ کہ وہ آئے دن کے فروعی تنازعات و مناقشات کو دور کرنے کی کوشش فرمائیں کیونکہ اس سے مسلم قوم کو سخت نقصان پہنچنے کا احتمال ہے۔ اور مسلم قوم نے انہی فرقی خرخشوں کی وجہ سے بہت سی تکالیف اٹھائی ہیں۔

مسیح کی الوہیت اور اسکی کامل انسانیت پر ایک نظر ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۶ر مجلد

اسلام اور علوم جدیدہ ۔ قیمت مجلد ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۱۲ر

دنیا کے مشہور شہدائے ثلاثہ سقراط ۔ مسیح ۔ حسین

مصنفہ عالیجناب شیخ منیر حسین صاحب قدوائی

تفصیل مضامین باب (۱) دنیا کے مشہور شہدائے ثلاثہ باب (۲) سقراط باب (۳) مسیح باب (۴) حسین باب (۵) دنیا پر شہادت کا اثر۔ کتاب نہایت ہی قابل دید ہے۔ ہر سہ شہداء کی شہادت کا علیحدہ علیحدہ تذکرہ کرکے پھر حضرت امام حسین علیہ السلام کے واقعہ شہادت پر روشنی ڈالی ہے۔

درخواستیں بنام خواجہ عبد الغنی مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور آنی چاہییں